وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

اور خوشخبری دید یجیئے اُن صبر کرنے والوں کو جب
پہنچے انکو مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ کا ہی مال ہیں اور ہم
اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ البقرہ آیت ۱۵۶ پارہ ۲

حرمت ماتم
اور
ہماری ذمہ داری

مؤلف
وقاص حسن خان

مجلس تحفظ ناموس صحابہؓ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۔ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

اور خوشخبری دید یجیئے اُن صبر کرنے والوں کو جب
پہنچے انکو مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ کا ہی مال ہیں اور ہم
اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ۔ البقرہ آیت ۱۵۶ پارہ ۲

حرمت ماتم
اور
ھماری ذمہ داری

مؤلف

وقاص حسن خان

مجلس تحفظ ناموس صحابہؓ پاکستان

جملہ حقوق محفوظ نہیں ہیں

نام کتاب ...... حرمتِ ماتم اور ہماری ذمہ داری

مرتب ...... مولانا وقاص حسن خان

اشاعت اوّل ...... جنوری 2010ء

تعداد 1100

صفحات 96

ہدیہ ...... -/60روپے

ناشر ...... مجلس تحفظ ناموس صحابہ پاکستان

نوٹ: اس کتاب کی اشاعت کی عام اجازت ہے۔

انتساب

امیر المؤمنین

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے نام

جنہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کر کے
دشمنانِ اسلام پر ایسی کاری ضرب لگائی جس کی ٹیسیں
اُن کی ذریت آج تک محسوس کر رہی ہے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ

جو ملتِ اسلامیہ کی دو عظیم جماعتوں میں جوڑ کا باعث بنے
اور جن کے فعلِ حسن کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ
مسلمانوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیرِ قیادت
بحیرۂ روم کے جزیروں کو روندتے ہوئے
قسطنطنیہ کی فصیل تک پہنچ کر
عیسائی شہنشاہی کو ذلیل و رسوا کیا۔

آئینہ مضامین

مضمون	صفحہ
مقدمہ	6
عرضِ مؤلف	18
تمہید	22
قبولِ روایت کے متعلق اہلسنّت کے چند ضوابط	24
تسلیمِ روایت کیلئے علمائے شیعہ کے قواعد	26
اصطلاحات کے معانی	27
ماتم	"
جزع	"
فزع	28
نوحہ	"
ذوالجناح	29
تعزیہ مروّجہ	30
قرآنِ مجید میں ماتم کا حکم	"
احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ماتم کا حکم	32
شیعہ کتب سے	34
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت	36
امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ کفر	39
سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اہم خطبہ	40
اوصافِ ایمان	43
شہادتِ علی رضی اللہ عنہ اور حضرات حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کا عمل	44
سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی وصیت	45
سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بددعا	46
قاتلانِ حسین کون؟	47
خطوطِ موصولہ کی تعداد	48
ایک اہم خط	"
کربلا میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے شیعہ تھے	50
سیدنا علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی گواہی	52
اہم نکتہ	53
ماتمِ حسین رضی اللہ عنہ کی ابتداء	54
سیاہ ماتمی لباس کی حقیقت	56
نوحہ	58
خلاصۂ کلام	61
تعزیہ	65

آئینہ مضامین

مضمون	صفحہ
تعزیہ کا ثبوت	65
پہلا دھوکہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرسی	66
مروّجہ تعزیہ کی ابتداء	68
شیعہ کتب کی شہادت	68
سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشادِ گرامی اور تعزیہ	71
ذوالجناح	72
امام حسین رضی اللہ عنہ نے سفر کا آغاز اونٹنی پر فرمایا	73
کوفہ کے راستے میں فرزدق سے ملاقات	75
کربلا میں سواری بھی اونٹ	77
میدانِ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کے پاس بوقتِ جنگ اونٹ ہونے پر چند شواہد	78
کیا کربلا میں ذوالجناح نامی کوئی گھوڑا تھا؟	79
قاسم کی مہندی	81
ماتمی جلوس اور تعزیہ کی غرض و غایت	82
کیا شیعہ مذہب میں تبلیغ جائز ہے؟	86
مجالسِ عزا کی کہانی سابق شیعہ مجتہد کی زبانی	89

نوٹ: اگر کتاب میں کسی جملے، عربی، فارسی اور اردو عبارت کی کوئی غلطی نظر آئے تو مصنف کو آگاہ فرمائیں۔ جزاک اللہ

مقدّمہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِاَھْلِہٖ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی اَھْلِھَا۔ اَمَّا بَعْد!

ملّتِ جعفریہ کے ہاں سانحۂ کربلا کی یاد میں بالخصوص ماہِ محرّم کے حوالہ سے بہت سی رسومات رائج ہیں جنہیں مذہبِ شیعہ کا جزو تسلیم نہ کرنے کے باوجود علامات و مظاہر تشیع کی لازمی شیعی و ثقافتی اور شہ رگ کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ ان مراسمِ محرم میں ذوالجناح، تعزیہ، علَم، سینہ زنی، زنجیر زنی، آگ پر ماتم، نوحہ خوانی، قاسم کی مہندی، علی اصغر کا جھولا، شبیہہ تابوت وغیرہ نمایاں ہیں، بالخصوص تعزیہ، ذوالجناح، نوحہ خوانی اور ماتم کے بغیر کسی جلوسِ عاشورہ کا تصور بھی محال ہے۔

نائب امام مہدی خمینی ''مجالس عزا'' کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

''مگر وہ مجالس جو روضہ (ذکر شہدائے کربلا) کے نام سے شیعہ علاقوں میں برپا ہوتی ہیں تمام تر نقائص کے باوجود جو کچھ دستورِ دینی و اخلاقی اور اشاعت فضائل و تقسیم مکارم اخلاق ہے ان ہی مجالس کا نتیجہ ہے، آسمانی قوانین اور دین خدا جو کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پیرو اور اولی الامر کے اطاعت گزار اہل تشیع کا مذہب ہے انہی مقدس مجالس کے زیر سایہ ہے جن کا نام عزا داری اور علامت و نوعیت اشاعتِ دین واحکام خدا ہے اور جو اَب تک برپا ہوتی رہی ہیں اور آئندہ بھی ہوتی رہیں گی۔ وگرنہ جمعیتِ شیعہ دیگر گروہوں کے مقابلے میں کامل اقلیت میں تبدیل ہو جاتی اور اگر یہ بنیادی ادارہ جو عظیم دینی تاسیسات میں سے ہے۔ نہ ہوتا تو اب تک اس دین حقیقی کا (جو مذہب شیعہ ہے) نام ونشان بھی باقی نہ رہ پاتا اور باطل مذاہب و مسالک جن کی بنیاد سقیفہ بنی ساعدہ میں (بیعت امامت و خلافت ابو

بکر رضی اللہ عنہ کے ذریعے) رکھی گئی تھی اور جس کی عمارت دین کی بنیادیں مسمار کر کے کھڑی کی گئیں حق (یعنی مذہب شیعہ) کی جگہ لے لیتے۔''

(کشف الاسرار ص ۱۷۳،۱۷۴ امطبوعہ ایران)

خمینی ایک دوسرے موقع پر ماتم کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے بیان کرتا ہے۔

''امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے اسلام کو نجات بخشی اور اسلام کی عظمتوں کو پامال ہونے سے بچا لیا۔ لہٰذا امام حسین رضی اللہ عنہ کی مجالس عزا منعقد کرنا اسلام کی بقا کا ذریعہ ہے۔ جو لوگ سید الشہداء کی مجالس کی ممانعت کرتے ہیں وہ اسلام کی حقیقت سے بالکل ناآشنا ہیں۔ عزاداری سید الشہداء ہی نے آج تک اسلام کا تحفظ کیا ہے............

ہماری اسلامی تحریک کی کامیابی عزاداری سیدالشہداء کی مرہونِ منت ہے عزاداری کی مخالفت کرنے والے ناداں ہی نہیں بلکہ سازشی بھی ہو سکتے ہیں اور غیروں کے آلہ کار بھی..........

جس شہید نے اسلام کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا ہے اس کے غم میں ماتم کرنا انسانیت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے............

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عزاداری ہمارے مذہب کی بنیاد ہے اور غم حسین رضی اللہ عنہ میں گریہ کرنا ہمارے مذہب کی علامت ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ عزاداری کے ذریعہ اپنے دین کا تحفظ کریں............

امام حسین رضی اللہ عنہ پر گریہ کرنا اور مجالسِ عزا برپا کرنا احیاء اسلام کا بہترین وسیلہ ہے۔ اگر امام حسین رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو معاویہ رضی اللہ عنہ ویزید اور ان کے پیروکار اسلام کا نام ونشان تک باقی نہ رہنے دیتے۔ ہمیں چاہیے کہ یزیدی کردار نہ

اپنائیں اور حسینی بن کر اسلام کا بول بالا کر دیں۔''

(کلام امام اردو ناشر ماہنامہ جہاد قم ص ۱۰۸۔۱۱۲)

موصوف محرم الحرام کی مناسبت سے ایک خطبہ (جسے باقاعدہ صدائے جمہوری اسلامی ایران نے نشر کیا تھا) میں بیان کرتے ہیں۔

''اب الحمدللہ ہماری تعداد کافی بڑھ گئی ہے مگر دوسروں کے مقابلے میں ہماری تعداد زیادہ نہیں ہے۔اس مذہب کی بقا کا راز کیا ہے ہمیں اس راز کی حفاظت کرنی چاہئے۔ ہماری بقا کا سب سے اہم راز سید الشہداء کی قربانی ہے۔شاید لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ صرف اِک گریہ ہے ایسا ہرگز نہیں ہے ہمارا یہ گریہ سیاسی، اجتماعی اور نفسیاتی مسئلہ ہے یہ گریہ، یہ اجتماعات ہمارے مذہب کی حفاظت کرتے ہیں۔

عاشورہ کے دن جو ہمارے جلوس نکلتے ہیں ان کے بارے میں یہ خیال نہ کریں کہ ان کو ہم لانگ مارچ کرنے سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ جلوس مارچ ہیں جو سیاسی تقاضوں کے مطابق ہیں۔سید الشہداء کی مصیبت کے بارے میں ہم میں جو ہم آہنگی پائی جاتی ہے یہ دنیا میں سب سے بڑی سیاسی قوت ہے اور دنیا میں نہایت اہم ترین نفسیاتی قوت ہے اس سے تمام مؤمنین کے قلوب باہم مربوط ہو جاتے ہیں ہمیں اس نعمت کی قدر کرنی چاہئے اور ہمارے نوجوانوں کو اس نکتے کی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔''

مشہور شیعہ ذاکر علامہ اثیر جاڑوی لکھتا ہے:

''اب اگر کوئی اُٹھ کر یہ کہہ دے کہ ان مجالس کا کوئی فائدہ نہیں، ذاکروں کو نہ سنا جائے وغیرہ وغیرہ۔ اسے ادب سے گزارش کر دی جائے کہ سرکار آپ تشریف لے جائیں نہ سنیں۔ہمیں آیت اللہ العظمیٰ خمینی نے اجازت دی ہے ہم تو

مجلس کرائیں گے بھی اور سنیں گے بھی۔ اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ مخالفِ اہل بیت قوتوں نے جتنی قوت انسدادِ عزا داری پر صرف کی اتنی کسی چیز پر صرف نہیں کی۔ آج بھی دیکھئے مخالفینِ اہل بیت نے نمازِ اہل بیت، زکوٰۃ اہل بیت، خمس اہل بیت، اور روزہ اہل بیت وغیرہ پر نہ کبھی اعتراض کیا ہے اور نہ ہی ان امور کو روکنے کی کوشش کی ہے لیکن مخالفین کی ہر نسل نے مختلف حیلوں اور بہانوں سے راہِ عزا داری میں روڑے اٹکانے کی مذموم کوشش ضرور کی ہے۔ حتیٰ کہ جہاں ان کا بس سرکاری ذرائع سے نہیں چلا تو ان لوگوں نے دھونس دھاندلی اور بزور قوت وطاقت بھی روکنے کی کوشش کی ہے۔''

(عقائد الابرار اردو ترجمہ کشف الاسرار ص۱۲۴، برحاشیہ مطبوعہ جامعۃ الغدیر احمد پور سیال ضلع جھنگ)

علامہ اثیر جاڑوی اسی کتاب کے ضمیمہ میں دھمکی نما تبرا کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

''جب سے شیعہ فکر و دولت نے پاکستان کو وجود دیا ہے اس وقت سے ہر قدم پر شیعہ تلخی کا جواب نرمی سے دیتے ہیں تاکہ ملک انتشار کا شکار نہ ہو اور دشمنانِ پاکستان موقع پا کر ہمارے وطن عزیز کو نقصان ہی نہ پہنچا دیں۔ ورنہ شیعہ کے قلم سے زیادہ کوئی قلم اور شیعہ کے بیان سے زیادہ کسی میں قوتِ بیان نہیں۔ ہم آج بھی مسلمانانِ مملکت خدا داد کی خدمت میں دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ خود بھیک منگے مولویوں کے منہ میں لگام، ناک میں نکیل اور گلے میں پٹے ڈالیں جن کی زبانیں کترنی کی طرح شیعہ معتقدات اور تاریخی مسلمات کو کاٹتی رہتی ہیں۔ بڑی غلط فہمی ہوگی اگر ہمارے صبر کو بزدلی سمجھ لیا گیا اور ہماری حبّ الوطنی کو قلتِ

مواد پر محمول کیا گیا۔

یہ گستاخ قلم جو آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اب خود سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی عبائے عظمت میں شگاف ڈالنے لگے ہیں اگر روکے نہ گئے تو پھر مجبور ہو کر بدر و حنین کے بھگوڑوں، خیبر و خندق کے شکست خوردہ ذہنوں، فتح مکہ کے نو مسلم فتنہ پردازوں، جنازۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں پناہ لینے والے اختلاف پروروں، سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں گستاخ زبانوں، عمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جگر چبانے والی ماں کے بیٹوں اور پوتوں کے ایجنٹوں، تخت و تاج کے مالک مسلمان نما مشرکوں، دروازۂ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نذرِ آتش کرنے والے سر پھروں، ترتیب قرآن کو بدل کر ترتیب نزول قرآن کے مطابق جمع کردہ قرآن کو جلا دینے والے سنگ دلوں، پہلوئے زہرا پر تازیانے لگانے والے بدمعاشوں، قرآن کریم کو نیزوں پر اٹھا کر اسلام کا مذاق اڑانے والے بزدلوں اور حادثہ کربلا کے بانیوں کا پوسٹ مارٹم کریں گے۔''

(حقیقت شرک ضمیمہ عقائد الابرار ص ۲۷۔۲۸ مطبوعہ جامعۃ الغدیر احمد پور سیال ضلع جھنگ)

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ تعزیہ داری صرف اور صرف مذہب شیعہ کی اشاعت و ترویج کا واحد اور موثر ذریعہ ہے۔ اسی لئے جمہور علمائے شیعہ نے ہر دور میں نہ صرف تعزیہ داری کی اہمیت کو بیان کیا ہے بلکہ نوحہ و ماتم پر بھرپور اصرار کرتے ہوئے اسے مذہب شیعہ کی شہ رگ بھی قرار دیا ہے۔

حالانکہ مروّجہ ماتم اور مراسم عزا کتاب و سنت اور ائمۂ اہل تشیع کی تعلیمات و ارشادات کے تحت بھی بالکل ناجائز اور حرام ہیں۔ ماتم حسین رضی اللہ عنہ کی رسم حادثہ کربلا کے تقریباً تین سو برس بعد ایجاد ہوئی جس کی بنیاد ایک ایرانی النسل شیعہ حکمران نے اپنے سیاسی مقاصد کے پیش نظر ڈالی۔ اس سے پہلے کسی اسلامی

خطے میں اس کا نہ کوئی وجود تھا اور نہ ہی کسی قریشی، ہاشمی، علوی یا عربی النسل یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ داروں نے یہ غیر اسلامی رسم ادا کی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واشگاف الفاظ میں اس کی ممانعت بیان فرمائی:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَابِدَعْوَى الْجَاهِلِيَةِ۔

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز باب لیس منا من ضرب الخدود۔ حدیث نمبر ۱۲۹۷)

''وہ ہم میں سے نہیں ہے جو اپنے رخسار پیٹے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کی پکار پکارے۔''

مرّوجہ ماتم سراسر خلاف شریعت اور ایک جاہلی رسم ہے جس کا احیاء کرنے والوں کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وعید شدید موجود ہے:

اَبْغَضُ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ ثَلٰثَةٌ مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ وَمُبْتَغٍ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِئٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهْرِيْقَ دَمَهٗ۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الدیات، باب من طلب دم امری بغیر حق حدیث نمبر ۶۸۸۲)

''اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تین شخص ناپسندیدہ ترین ہیں۔ حرم میں بے دینی کرنے والا، اسلام میں جاہلیت کے طریقے کا متلاشی، مسلمان کے خون ناحق کا جویاں تاکہ اس کی خون ریزی کرے۔''

مفتی احمد یار خان بدایونی گجراتی ''مبتغ فی الاسلام سنة الجاهلية'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یعنی مسلمان ہو کر مشرکانہ رسوم کو پسند کرے اور پھیلائے جیسے

نوحہ، سینہ کوبی، فال نکالنا وغیرہ۔ اس سے روافض کو عبرت چاہیئے کہ انہوں نے جاہلیت کی رسموں کو عبادت سمجھ رکھا ہے۔"

(مرأت المناجیح اردو ترجمہ وتشریح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۱ ص ۱۴۷)

دین اسلام میں "شہادت" کا تعلق رنج وغم اور حزن والم سے ہر گز نہیں ہے۔ یہ مرتبہ تو ایک مردمومن کے لئے فوز وفلاح اور کامیابی وکامرانی کا بلند ترین اور ارفع واعلیٰ مقام ہے۔ شہادت فی سبیل اللہ وہ سعادت عظمیٰ ہے جس کی تمنا و آرزو خود خاتم الانبیاء والرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے بایں الفاظ میں فرمائی:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوَدِدْتُ اَنِّیْ اُقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلُ۔

(صحیح بخاری، کتاب التمنی۔ باب ماجاء فی التمنی ومن تمنی الشھادۃ)

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میری آرزو یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔"

مذکورہ تصریحات سے یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ "شہادت" ہر گز رنج والم اور سوگ و ماتم کرنے والی چیز نہیں ہے۔ اگر شہادت ماتم کرنے والی چیز ہوتی تو عہد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بدرجہا افضل شہادتوں پر ضرور ماتم کیا جاتا۔ دورِ نبوت ہو یا دورِ خلافت راشدہ غرضیکہ اسلام کی تاریخ کا کون سا دور ہے جو ان شہادتوں اور قربانیوں سے خالی ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ دین اسلام میں ماتم کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ جس گھر میں کسی کی موت واقع ہوئی ہو تو سوگ کی کیفیت کی زیادہ سے زیادہ تین دن کے لئے

اجازت ہے۔ اس میں بھی مراسمِ عزا، نوحہ، گریہ اور سینہ کوبی کی سختی کے ساتھ ممانعت کی گئی ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت پر ہر سال پورے دس دن تک پھر چہلم کے موقع پر بھی سوگ اور مراسم عزا (نوحہ و ماتم وغیرہ) بجالانا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاں بدترین مذاق ہے وہاں ان کی شدید ترین توہین بھی ہے۔

چونکہ اہل تشیع کا مقصود ان مراسم عزا سے ان کی اپنی توضیح کے مطابق دین اسلام کے بالمقابل اور متوازی شیعہ مذہب کی ترویج و اشاعت ہے اس لئے ایک سازش کے تحت انہوں نے اِن مراسم کو شیعہ مذہب کی اعلیٰ ترین عبادت اور شہ رگ قرار دے دیا ہے۔ اگر اہل تشیع قرآن، حدیث، ائمہ کی تعلیمات اور اپنے اسلاف کے طریقے کے برخلاف مراسمِ عزا کو ضروری اور عبادت ہی سمجھتے ہیں تو یہ متاخرین شیعہ کا یقیناً ایک مذہبی حق ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کا دائرہ ان کے گھروں اور عبادت گاہوں کی چار دیواری تک محدود رہنا ضروری ہے۔

ماتمی جلوسوں کو پبلک مقامات، بازاروں اور انہیں خلافِ شریعت اور حرام سمجھنے والوں کے گھروں کے سامنے سے گزارنا یقیناً شرعاً، قانوناً، اور اخلاقاً کسی طرح بھی جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

محرم الحرام، حرمت والے چار مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے جس کا احترام ملحوظ رکھنے کی خاطر شریعت مقدسہ نے سخت تاکید کی ہے، لیکن حادثہ کربلا سے اس کی حرمت کا کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ یہ حادثہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بھی پچاس برس بعد پیش آیا ہے۔

سنی قیادت کی مداہنت اور تساہل و تغافل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اہل تشیع نے پاکستان میں وہ کامیابی حاصل کی جس کا اڑھائی فی صد کی حامل کوئی اقلیت تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج محرم الحرام کے دوران

پاکستان مکمل طور پر ایک شیعہ ریاست کا تصور پیش کر رہا ہوتا ہے۔ سرکاری وغیر سرکاری ذرائع ابلاغ بالخصوص ریڈیو اور ٹیلی ویژن مرکزی امام بارگاہ میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ شب عاشورا اور شام غریباں کے پروگرام امام باڑے سے براہ راست نشر کئے جاتے ہیں۔ حکومت ان قومی اداروں کو خود عملی طور پر ایک فرقے کے قبضے میں دے دیتی ہے۔ مراسم عزا اور دیگر شیعی عقائد کی تشہیر سے متعلق ان اداروں کی پالیسی پاکستان کی غالب ترین مسلم اکثریت کے ساتھ کھلی زیادتی ہے یہ نہ صرف ایک اشتعال انگیز فعل ہے بلکہ یہ فرقہ پرستی کو فروغ دینا، ملک کے امن وامان کو تہہ و بالا کرنا اور شیعہ سنی تصادم کی راہ ہموار کرنا ہے اور پاکستان کے آئین اور حکومت کی اس مسلمہ پالیسی کے بھی خلاف ہے کہ کسی ایک فرقہ کے نظریات اور اختلافی مسائل کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر پیش کیا جائے۔

لیکن جب ان اداروں کے پروگراموں بالخصوص محرم الحرام کے پہلے دس دن کے پروگراموں پر نظر ڈالی جاتی ہے تو ہمارا ریڈیو اور ٹیلی ویژن پاکستان کا نہیں بلکہ ایران کا نظر آتا ہے۔ ان دنوں کے تقریباً سارے پروگرام نوحوں، مرثیوں، سلاموں، مجلسوں اور اسی قسم کی دوسری بدعات وخرافات سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان پروگراموں کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ حکومت پاکستان ایران کی بنی بویہ اور صفوی حکومتوں کی جانشین بن کر سرکاری طور پر ماتم کرا رہی ہے۔

حکومت پاکستان یقیناً اس تاریخی حقیقت سے واقف ہوگی کہ مسلمانوں کا سوادِ اعظم ماتم، نوحے، سینہ کوبی اور دیگر مراسمِ عزا کو اپنے دینی عقیدے کے خلاف جانتا ہے اور یہ مراسم صرف شیعی فرقے کے ساتھ مخصوص ہیں جنہیں پہلی مرتبہ موجودہ شکل چوتھی صدی ہجری میں بنی بویہ کے حکمران معزالدولہ نے دی تھی۔ معلوم نہیں یہ بدعت سیئہ وضلالہ قیامِ پاکستان کے بعد کن مصلحتوں یا کس سازش کے تحت

ہمارے قومی اداروں میں ریاستی دہشت گردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے رائج کر دی گئی۔

مسلمانوں کی وسیع القلبی اور رواداری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گذشتہ تین عشروں سے ان اداروں کے شیعہ افسران اور فرقہ پرست غالی شیعہ علماء کی ہمت اس قدر بڑھ چکی ہے کہ وہ کھلم کھلا ریڈیو اور ٹی وی پر اپنے عقائد کا پرچار کرنے لگے ہیں۔ یہ روش محرم کے صرف دس دنوں تک ہی محدود نہیں ہوتی بلکہ اس کے بعد بھی مختلف پروگراموں بالخصوص پروگرام ''اپنی بات'' میں شیعہ علماء اور ذاکرین کی مدح وتوصیف میں خطوط تیار کروا کر انہیں نہایت ہی دیدہ دلیری اور خوب بڑھا چڑھا کر عوام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

یہ پالیسی کھلی شرانگیزی اور ملک کے آئین وسالمیت کے خلاف ہے جس کا مقصد دنیا کے سامنے پاکستان کو ایک شیعہ ریاست کے طور پر پیش کرنا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ریڈیو اور ٹی وی پر شیعی عقائد پر مبنی یہ پروگرام صرف اہل سنت کے جذبات مجروح کرنے یا انہیں شیعہ مذہب کی طرف راغب کرنے کے لئے پیش کیے جاتے ہیں کیونکہ اہل تشیع ان دنوں پروگرام سننے کے بجائے خود ماتم ونوحہ میں مصروف رہتے ہیں۔

مزید برآں محرم الحرام کی آمد سے ایک ماہ بیشتر ہی ملک بھر میں تھانے کی سطح سے لے کر اوپر تک امن کمیٹیوں کا قیام، ضلعی وصوبائی سطح پر ''اتحاد بین المسلمین'' کے عنوان سے کانفرنسز کا انعقاد، ضلع بندیاں، نظر بندیاں، زبان بندیاں، اور دیگر کئی پابندیاں عائد کر دی جاتی ہیں۔ ان کی زد میں بسا اوقات ان لوگوں کے نام بھی شامل ہو جاتے ہیں جو دار فانی سے دار البقا کی طرف رحلت کر چکے ہوتے ہیں۔ بدرجنوں شہر حساس قرار دے دیئے جاتے ہیں جنہیں باقاعدہ فوج کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اِس طرح عشرۂ محرم میں تمام حکومتی فورسز، انتظامی مشینری،

خفیہ ایجنسیاں اور اعلیٰ حکام سمیت حالت جنگ کا نقشہ پیش کر رہے ہوتے ہیں۔

ان دنوں ملک میں لا اینڈ آرڈر کے مسائل میں شاہراہوں، دکانوں، بازاروں کی بندش، چوکوں، چوراہوں پر رکاوٹوں، پولیس، رینجرز اور آرمی کے فلیگ مارچ اور نقل و حرکت کی وجہ سے ہر طرف خوف و ہراس کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ملکی معیشت کا پہیہ جام اور کاروبار زندگی مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔ نیز ان ماتمی جلوسوں کی حفاظت کے لئے پوری سرکاری مشینری اور تمام ملکی وسائل جھونک دیئے جاتے ہیں۔ حالانکہ ان جلوسوں کی خود شیعہ مذہب میں بھی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ یہ جلوس فرض ہیں نہ سنت و مستحب کسی بھی معتبر شیعہ کتاب میں ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں بیان کی گئی اور نہ ہی ائمہ سے ان جلوسوں کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ انڈونیشیا سے مراکش تک پاکستان کے علاوہ کسی بھی اسلامی ملک میں ماتمی جلوس نہیں نکالے جاتے یہاں تک کہ پڑوسی شیعہ ملک ایران میں بھی ماتمی جلوسوں کے ذریعہ پورے ملک کو جام کرنے کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔ گذشتہ سطور میں شیعہ علماء و مجتہدین کی تصریحات کی روشنی میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ ماتمی جلوس شیعہ مذہب کے فروغ اور سیاسی قوت کے مظاہرے کا ایک مؤثر ترین ہتھیار ہیں جن کا عبادت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

اگر بالفرض مراسمِ عزا اِن کے ہاں عبادت ہے تو کیا یہ عبادت انفرادی طور پر نہیں ہو سکتی؟ کیا اس عبادت کے لئے جماعت شرط ہے؟ اگر جماعت شرط ہے تو کیا ایک گھر کے تمام افراد مل کر اپنے گھر میں یہ عبادت ادا نہیں کر سکتے؟ کیا ایک محلّہ کے باشندے اپنے محلے کی محفوظ عبادت گاہ میں ماتم کی جماعت نہیں کر سکتے؟ کیا اس ماتمی عبادت کی ادائیگی کے لئے تمام شرکاء کا چھریوں، خنجروں اور دیگر اسلحہ سے لیس ہو کر سڑکوں پر آ جانا اور ملک بھر کی شاہراہوں کو بلاک کر دینا بھی

ضروری ہے؟ پھر کیا اس مسلح ہجوم کا اپنی عبادتِ ماتم کی بجا آوری کے لئے اہل سنت کی مساجد، مدارس اور گھروں کے سامنے اکٹھا ہونا اور دھرنا دینا بھی کوئی لازمی اور ضروری امر ہے کہ اس کے بغیر عبادت کے تقاضے پورے نہیں ہوتے؟

مذکورہ حقائق کی روشنی میں اربابِ اقتدار کی توجہ اِس طرف مبذول کرائی جاتی ہے کہ جہاں وہ ملک کے عظیم تر مفاد کا نام نہاد نعرہ لگا کر اور دہشت گردی کو ختم کرنے کے نام پر کبھی لال مسجد، جامعہ حفصہ میں موجود قرآن و حدیث کے مقدس علم کو حاصل کرنے والے بچے، بچیوں پر بمباری کرتے ہیں اور کبھی مالا کنڈ ڈویژن اور وزیرستان میں آپریشن کر کے اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ کرنے والے غیرت مند مسلمانوں کو تہہ و تیغ کرتے جا رہے ہیں اور پاکستان کی فوج کو اپنے ہی ہم وطن اور اسلام پسندوں کے خلاف استعمال کر کے وطن عزیز کی قوت و سلامیت کو داؤ پر لگا رکھا ہے تو دوسری طرف اِن مذکورہ بالا اقدامات سے بدر جہا آسان ترین اور موجب امن یہ قدم ہمارے اربابِ اقتدار کیوں نہیں اٹھاتے؟ کہ محرم الحرام اور چہلم کے موقع پر مراسم عزا بالخصوص ماتمی جلوسوں کو امام بارگاہوں کی چار دیواری تک محدود کر دیں تو اس سے ملک نہ صرف امن و امان کا گہوارہ بن جائے گا بلکہ اربابِ اقتدار کے اس اقدام سے ملک کا سیکورٹی کے نام پر ہر سال محرم میں خرچ ہونے والے اربوں، کھربوں روپے کے اخراجات سے بھی بچ جائے گا اور ملک میں امن و امان کا مسئلہ بھی پیش نہ آئے گا۔

اس میں لاء اینڈ آرڈر کے بہت سے مسائل ختم ہونے کا بہترین اور حقیقی حل موجود ہے۔ کاش! ہمارے حکمران اس کو سمجھیں اور عمل کریں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ملک کو اندرونی و بیرونی اور داخلی و خارجی سازشی عناصر سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ آمین

عرضِ مؤلّف

شیعیت کیا ہے؟ اسلام کے خلاف یہودیت اور مجوسیت کی ملی بھگت کا نام ہے۔ شیعیت نہ صرف یہودیت کی کوکھ سے پیدا ہوئی بلکہ اس کی تخلیق کا مقصد ہی اسلام کے خلاف گھناؤنی سازش ہے۔

باقاعدہ ایک تحریک کی حیثیت سے تو شیعیت کا سلسلہ اگرچہ عبداللہ بن سباء یہودی سے ملایا جاتا ہے۔ جس کا انکار ممکن نہیں۔ لیکن شیعیت کے مزاج و منہاج اور خدوخال کو دیکھتے ہوئے یہ آسانی سے کہا جا سکتا ہے کہ اس کا سلسلہ نسب اس سے بھی پہلے مدینہ کے منافقین یہود اور ایران کے مجوسیوں سے جا ملتا ہے۔ شیعیت کا لقب رافضی بھی ہے۔ مجمع البحرین میں ہے کہ اب رافضی کا لقب ہر اُس شخص کو دیا جاتا ہے۔ جو دین میں غلو کرے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع جائز رکھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَظْهَرُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يُسَمُّوْنَ الرَّافِضَةُ يَرْفُضُوْنَ الْإِسْلَامَ۔

”آخری زمانہ میں ایک قوم ظاہر ہوگی جس کا نام رافضہ ہوگا جو اسلام کو ترک کر دے گی۔“ (مسند احمد ص ۱۰۳ ج ۱)

اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بقول شیعیت کو یہ لقب بارگاہِ ایزدی سے عطا ہوا ہے:

لَا وَاللّٰهِ مَا هُمْ سَمَّوْكُمْ بَلِ اللّٰهُ سَمَّاكُمْ۔

”خدا کی قسم! تمہارا یہ نام لوگوں نے نہیں رکھا بلکہ خدا نے تمہارا نام رافضی رکھا ہے۔“ (فروع کافی کتاب الروضہ ج ۳ ص ۱۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو مختلف فتنوں کے متعلق متعدد مواقع پر آگاہ کیا تو اس رافضیت (شیعیت) کے فتنے سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَأْتِي مِنْ بَعْدِيْ قَوْمٌ لَهُمْ نَبْزٌ يُقَالُ لَهُمُ الرَّافِضَةُ فَإِنْ أَدْرَكْتَهُمْ فَاقْتُلْهُمْ فَإِنَّهُمْ مُشْرِكُوْنَ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْعَلَامَةُ فِيْهِمْ قَالَ يُفَرِّطُوْنَكَ بِمَا لَيْسَ فِيْكَ وَيَطْعَنُوْنَ عَلَى السَّلَفِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَيَنْتَحِلُوْنَ حُبَّ أَهْلِ الْبَيْتِ وَ لَيْسُوْا كَذَالِكَ وَآيَةُ ذَالِكَ أَنَّهُمْ يَسُبُّوْنَ أَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میرے بعد ایک قوم آئے گی۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر) طعن و تشنیع ان کی علامت ہوگی ان کو رافضہ کہا جائے گا اگر تو ان کو پالے تو ان کو قتل کرنا کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی علامت کیا ہوگی تو فرمایا تیرے لئے ایسی صفات پیدا کریں گے جو تجھ میں نہیں ہوگی اور وہ طعن و تشنیع کریں گے سلف پر (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر) اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ لوگ اہل بیت رضی اللہ عنہم سے محبت کا دعویٰ کریں گے حالانکہ وہ ایسے نہیں ہوں گے۔ ان لوگوں کی علامت یہ ہوگی کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہیں گے۔''

(الصواعق المحرقہ ص ۵)

شیعت کا فتنہ کفر و ارتداد سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ کافر یا مرتد کی صحبت کا اثر مسلمان کے دل پر نہیں پڑتا۔ کیونکہ وہ ایک کھلا ہوا دشمن اسلام ہے۔ اور وہ جو کچھ بکتا اور بکواس کرتا ہے۔ مسلمان اِس کو اِس کافر و مرتد کی اسلام سے عداوت و عناد پر ہی محمول کرے گا۔

لیکن شیعہ رافضی اسلام کے دعویدار ہو کر جو بات بھی کہے گا۔ سادہ لوح اور بھولے بھالے مسلمان کا دل اس سے ضرور متاثر ہوگا۔ جو کسی بھی وقت اس کی گمراہی کا باعث بن سکتا ہے۔ اور یہ مسلمان گمراہ ہو کر زندیقیت کے گڑھے میں گر سکتا ہے۔ رافضیت پر کسی بھی جانب سے نظر ڈالی جائے تو یہ آپ کو اسلام کے بالمقابل اور متوازی ایک مستقل مذہب اور علیحدہ تہذیب محسوس ہوگی اور اس کا مقصد ہر چھوٹے بڑے مسئلے میں جمہور امت اور راہ سنت سے علیحدگی اور انحراف معلوم ہوتا ہے۔

زیر نظر کتاب میں عشرۂ محرم الحرام میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداءِ کربلا کیلئے ماتمی جلوس اور رسم تعزیہ بایں طور پر منانا کہ اس میں زور سے ماتم اور نوحہ کرنا، بالوں کو نوچنا، کپڑوں کو پھاڑنا، سیاہ لباس پہننا، چہروں اور سینوں کو پیٹنا، زنجیروں سے بدن کو زخمی کرنا، نامحرم عورتوں کا مردوں کے روبرو بلند آواز سے مرثیوں کا پڑھنا، بے صبری سے جزع وفزع کرنا اور روضۂ حسین رضی اللہ عنہ کی نقل تیار کر کے اس پر اصل کے احکامات جاری کرنا اور اس (شبیہہ) کو قاضی الحاجات سمجھنا، ذوالجناح نکالنا جس میں ایک گھوڑے کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ظاہر کرنا اور اس پر ایک سفید خون آلود چادر ڈال کر خونی منظر پیش کرنا جیسے موضوعات زیر بحث ہیں۔ نیز اس کتاب میں یہ بتلایا گیا ہے کہ قرآن مجید اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ان مسائل کی کیا حقیقت ہے؟ اور ائمہ مجتہدین اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں اور ان کو موجب اجر وثواب اور ذریعۂ ہدایت خیال کرنا کیا جائز ہے؟

زیر نظر تالیف کا مقصد اہلسنّت والجماعت کو شیعت (رافضیت) کی رسم ماتم وتعزیہ سے آگاہ کرنا ہے کہ اس ماتم وتعزیہ کی قرآن وسنت اور مذہب شیعہ میں کیا حیثیت ہے؟ جس کو پاکستان کے چوٹی کے شیعہ لیڈر حامد موسوی اور ساجد نقوی شیعت کی شہ رگ قرار دیتے ہیں۔

اسی رسمِ ماتم وتعزیہ کی وجہ سے محرم الحرام کے دوران پاکستان ایک شیعہ ریاست کا نقشہ پیش کرتا ہے اور پاکستان کی ۹۸ فی صد آبادی اہلسنّت والجماعت کے دروازوں پر فوج اور پولیس کے کڑے پہرے میں اِس رسمِ بد کو ادا کروایا جاتا ہے اور ذوالجناح گزارا جاتا ہے جو کہ اہلسنّت والجماعت کی دل آزاری کا باعث ہے۔

سرکاری ذرائع ابلاغ بالخصوص ریڈیو اور پاکستان ٹیلی ویژن مرکزی امام باڑے میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور غیر سرکاری ذرائع ابلاغ (الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا) بھی ایرانی بھتے کے زور پر کسی سے پیچھے دکھائی نہیں دیتے۔

اور دوسری طرف اہلسنّت والجماعت کے بے حس اور مداہنت کا شکار رہنما اتحاد بین المسلمین کی بانسری بجانے میں مصروف ہیں۔ ان رہنماؤں پر دینی اور ملی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس سلسلے میں اہلسنّت والجماعت کا مؤقف واشگاف الفاظ میں بیان کریں اور اس کے ساتھ ساتھ رواداری اور بے غیرتی میں فرق بھی ملحوظ رکھیں۔

راقم الحروف اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا اس کا بہترین فیصلہ اہل علم، غیر متعصب، اور غیر جانبدار اور منصف مزاج حضرات ہی کر سکتے ہیں آخر میں باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ راقم الحروف کی غلطیوں اور لغزشوں کو معاف فرمائے اور اس کوشش کو شرف قبولیت بخشے۔ امت مسلمہ کی ہدایت، اصلاح اور خواب غفلت سے بیداری اور راقم الحروف کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

نیز استفادہ فرمانے والے حضرات سے بھی امید ہے کہ وہ دعاؤں میں فراموش نہیں فرمائیں گے۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه وحبيبه وخليله وعلى اله واصحابه واتباعه باحسانٍ الى يوم الدين برحمتك يا ارحم الراحمين۔

تمہید

حرمت ماتم وتعزیہ پر ہمارا استدلال قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور ائمہ مجتہدین پر ہے، کیونکہ امور متنازعہ فیہا کے لئے سب سے اول، سب سے مقدم جو امر قول فیصل ہوگا وہ قرآن مجید اس کے بعد احادیث مبارکہ اور اس کے بعد اقوال ائمہ مجتہدین ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَطِيْعُوااللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط

''اے ایمان والو حکم مانو اللہ تعالیٰ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو رجوع کرو طرف اللہ کے اور رسول کے اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔''

(سورۃ النساء، آیت نمبر ۵۹ پارہ نمبر ۵، ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ

''اور جو کوئی حکم نہ کرے اِسکے موافق جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں کافر۔''

(سورۃ المائدہ، آیت ۴۴، پارہ نمبر ۶ (ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ

''اور جو کوئی حکم نہ کرے موافق اِس کے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں نافرمان۔''

(سورۃ المائدہ، آیت نمبر ۴۷، پارہ نمبر ۶: ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دینی اور دنیاوی امور میں اللہ تبارک وتعالیٰ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جمہور ائمہ مجتہدین کی اطاعت از حد ضروری ہے اور اختلافی صورتوں میں شرعی اصول کو چھوڑنا اور انکار کر دینا اور خواہش نفسانی کو اختیار کرنا سخت بے دینی ہے۔

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

''اور جو دے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو۔''

(سورۃ الحشر، آیت ۷، پارہ نمبر ۲۸: ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۚ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝

''اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جبکہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے رستہ کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اس کو اسی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا۔''

(سورۃ النساء آیت ۱۱۵، پارہ نمبر ۵، ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے وہ اس امر پر مجبور ہے کہ وہ اپنے تمام مناقشات طے کرنے میں قرآن مجید، احادیثِ مبارکہ اجماعِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اقوال ائمہ مجتہدین کو مانے وگرنہ اور ان سے انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔

ناظرین اور قارئین ہم زیر نظر کتاب میں متنازعہ امور پر بحث کرتے

ہوئے ان امور کو پیش نظر رکھیں گے اور بعض اوقات ہم متنازعہ فیہ امور کے فیصلہ کے لئے مدعی کے وہ مسلمات پیش کریں گے جن کو اس نے خود مقرر کیا ہو کیونکہ جب اس کے اپنے ہی تسلیم شدہ امور سے بحث کا خاتمہ ہوسکتا ہے تو اس سے بڑھ کر اور ثبوت کی کیا ضرورت ہوگی اور ان شاء اللہ مضامین کی صداقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔

اور ماتم تعزیہ، نوحہ، قاسم کی مہندی ذوالجناح جیسے امور کے سلسلے میں افراط وتفریط سے آپ کی طبیعت بالکل متنفر ہو جائے گی اور آپ ایک صحیح سیدھا راستہ اختیار کریں گے جو قرآن وسنت سے ثابت ہوگا۔

قبول روایت کے متعلق اہل سنت کے چند ضوابط

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الکفایہ فی علم الروایہ صفحہ ۴۳۰ میں اس مضمون کی ایک باسند روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ سَيَأْتِيكُمْ عَنِّي أَحَادِيْثُ مُخْتَلِفَةٌ فَمَا جَاءَ كُمْ مُوَافِقًا لِكِتَابِ اللهِ وَسُنَّتِي فَهُوَ مِنِّي وَمَا جَاءَ كُمْ مُخَالِفًا لِكِتَابِ اللهِ وَسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔

”یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف منسوب شدہ مختلف قسم کی روایات عنقریب تمہارے پاس پہنچیں گی جو کتاب اللہ اور میری سنت (مشہورہ) کے مطابق ہوں وہ درست ہوں گی اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے معارض ہوں وہ صحیح نہیں ہوں گی۔“

اس روایت کے ذریعے واضح ہوگیا کہ احادیث کی کتابوں میں یا تاریخ

میں یا فضائل ومناقب کی کتب میں کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے برخلاف جو کچھ مواد پایا جاتا ہے وہ ہرگز التفات کے قابل نہیں۔علمائے حدیث کے ہاں روایات کے باب میں ایک یہ قاعدہ بھی جاری وساری ہے۔ جو فاضل ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ جلد اول پر تذکرۂ سیدنا علی رضی اللہ عنہ میں درج کیا ہے۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان تحریر کرنے کے بعد اپنی طرف سے ناصحانہ تشریح ثبت کی ہے۔ لکھتے ہیں:

عَنْ أَبِیْ الطُّفَیْلِ رضی اللہ عنہ عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: حَدِّثُوْا النَّاسَ بِمَا یَعْرِفُوْنَ وَدَعُوْا مَا یُنْکِرُوْنَ اَتُحِبُّوْنَ. اَنْ یُّکَذَّبَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ؟ قَالَ الذَّھَبِیْ: فَقَدْ زَجَرَ الْاِمَامُ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ عَنْ رِوَایَۃِ الْمُنْکَرِ وَحَثَّ عَلَی التَّحْدِیْثِ بِالْمَشْھُوْرِ وَھٰذَا اَصْلٌ کَبِیْرٌ فِی الْکَفِّ عَنْ بَثِّ الْاَشْیَاءِ الْوَاھِیَۃِ وَالْمُنْکَرَۃِ مِنَ الْاَحَادِیْثِ فِی الْفَضَائِلِ وَالْعَقَائِدِ وَالرَّقَائِقِ۔

ابو طفیل سے روایت ہے کہ ”حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگوں کے سامنے معروف ومشہور چیزیں بیان کرو اور منکر (غیر معروف) کو چھوڑ دو۔ کیا تمہیں پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی جائے؟ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (اِس قولِ مرتضوی رضی اللہ عنہ کی روشنی میں) کہتے ہیں کہ ہمارے امام سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے منکر روایت بیان کرنے کے متعلق سخت تنبیہ فرمائی ہے اور مشہور ومعروف روایت بیان کرنے کی ترغیب فرمائی اور یہ لغو ومنکر چیزوں کے

پھیلانے سے روکنے کا شاندار قائدہ ہے وہ احادیث خواہ فضائل و عقائد (کے باب) سے ہوں یا ترغیبات (کے باب) سے۔'' (سب کیلئے یہ قانون ضروری اور لازمی ہے)

(۱) تذکرۃ الحفاظ ص ۱۵، ج ۱، از بیروت، از علامہ ذہبی تذکرۃ علی بن ابی طالب)

(۲) کنز العمال، ص ۳۰۴، ج ۱۰، کتاب العلم، آداب العلم متفرقہ)

تسلیم روایت کے لئے علمائے شیعہ کے قواعد

امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع والا خطبہ نقل فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ذکر کرتے ہیں:

فَإِذَا أَتَاكُمُ الْحَدِيثُ عَنِّيْ فَاَعْرِضُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَسُنَّتِيْ فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ فَخُذُوْا بِهٖ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ فَلَا تَأْخُذُوْا بِهٖ۔

(احتجاج طبرسی ص ۲۲۹، احتجاج ابی جعفر محمد بن علی الثانی علیہما السلام فی انواع شتیٰ)

حاصل یہ ہے کہ امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب تمہارے پاس میری طرف سے حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ اور میری سنت پر پیش کرو جو کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہو اس کو لے لو اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے برخلاف ہو اس کو مت تسلیم کرو۔''

مغیرہ بن سعید بڑا مکار آدمی تھا۔ وہ امام باقر کے نام سے بے شمار جعلی روایات بنایا اور پھیلایا کرتا تھا۔ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ مغیرہ بن سعید کی اس تدلیس اور جعل سازی کا ذکر کرتے ہوئے لوگوں سے بطور نصیحت ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تَقْبَلُوْا عَلَيْنَا مَاخَالَفَ قَوْلَ رَبِّنَا تَعَالٰى وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

''یعنی اللہ تعالیٰ سے خوف کرو جو چیز کتاب اللہ اور سنت نبی ﷺ کے بر خلاف ہو اس کو ہماری طرف منسوب کر کے مت قبول کرو۔''

(۱) تحفہ الاحباب فی نوادر آثار اصحاب للشیخ عباس القمی، ص۳۴۷، تحت مغیرہ بن سعید)

(۲) رجال کشی تذکرہ مغیرہ بن سعید، ص۱۴۶)

اصطلاحات کے معانی

پہلے ہم اُن اصطلاحات کے معانی بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں جن کے ساتھ مضامین کتاب کا تعلق ہے۔ یا ان اصطلاحات کے معانی جاننے سے مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

ماتم:

مصیبت، آفت، سوگ، سیاپا، رنج غم، نالہ، گریہ زاری، (فیروز اللغات)

ماتم: اہل تشیع میں پیٹنے کا فعل۔

جزع:

کسی مصیبت پر بے صبری سے واویلا کرنا، منہ اور سینہ پیٹنا، بالوں کا نوچنا۔

امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے جزع کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَہٗ مَاالْجَزْعُ قَالَ اَشَدُّ الْجَزْعِ الصَّرَاخُ بِالْوَیْلِ وَلَطْمُ الْوَجْہِ وَالصَّدْرِ وَجَزُّالشَّعْرِمِنَ النَّوَاصِیْ۔

''یعنی جابر شیعی نے امام باقر رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ ''جزع'' کیا ہے؟ امام نے فرمایا سخت بے صبری سے واویلا

کرنا، چہرہ اور سینہ پیٹنا، ماتھے کے بالوں کو نوچنا۔"

(الجامع الکافی ج ۳ ص ۲۲۲ کتاب الجنائز، باب الصبر والجزع والاسترجاع، روایت نمبر ا مطبوعہ تہران)

فزع:

ڈرنا، اور گھبرا کر کسی کی پناہ لینا (صراح وغیرہ)

نوحہ:

نوحہ آواز سے رونا، خلاف شرع چیزوں کو اختیار کرنا، جیسے کپڑے پھاڑنا، بال نوچنا، ماتم کرنا، سر منڈانا اور خلافِ اصل میت کے حالات بیان کرنا۔

لَيْسَ مِنَّا مَنْ حَلَقَ وَصَلَقَ: الصَّلْقُ: "الصَّوْتُ الشَّدِيْدُ" يُرِيْدُ دَفْعَهٗ فِي الْمَصَائِبِ وَعِنْدَ الفَجِيْعَةِ بِالْمَوْتِ وَيَدْخُلُ فِيْهِ النَّوْحُ۔

"یعنی جو سر منڈائے اور اونچی آواز سے مصیبت پر نوحہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ صلق سخت آواز کو کہتے ہیں جو مصیبت اور موت کے وقت داخل ہوتی ہے اور اس میں نوحہ داخل ہے۔"

(۱) مجمع البحار، ج ۳ ص ۲۵۹)

(۲) مصابیح المنیر، ج ا، ص ۴۷۲)

(۳) مختار الصحاح، ص ۳۶۸)

نَاحَتِ الْمَرْءَةُ عَلَى الْمَيِّتِ نَوْحًا مِنْ بَابِ قَالَ: وَالْاِسْمُ النُّوَاحُ وِزَانَ غُرَابٍ۔ وَرُبَّمَا قِيْلَ النِّيَاحُ فَهِيَ نَاحِيَةٌ وَالنِّيَاحَةُ بِالْكَسْرِ النُّوْنِ اِسْمٌ مِنْهُ وَالْمَنَاحَةُ بِفَتْحِ الْمِيْمِ مَوْضِعُ النَّوْحِ تَنَاوَحَ الْجَبَلَانِ تَقَابُلًا وَقَرَأْتُ نُوْحًا اى سُوْرَةَ نُوْحٍ۔

''عورت نے میت پر نوحہ کیا، نواح غراب کی طرح اسم ہے اور نیاح بھی کہا جاتا ہے۔عورت نوحہ کرنے والی کو نائحہ کہتے ہیں اور نیاح نون کی زیر کے ساتھ اسم ہے۔ مَناح میم کے زبر کے ساتھ وہ جگہ ہے جہاں نوحہ کیا جاتا ہے اور نوحہ مقابل کو بھی کہتے ہیں جیسے دو پہاڑ آپس میں مقابل ہوتے ہیں کہا جاتا ہے نوحہ کرنے والی بھی آپس میں مقابل ہوکر نوحہ کرتی ہے اور میں نے نوح پڑھی یعنی سورۃ نوح۔''

(۱) مصباح المنیر، ص ۸۷۵، ج ۲
(۲) مختار الصحاح ص ۶۸۴

ذوالجناح:

اس گھوڑے کی شکل کو کہتے ہیں جس پر بیٹھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یزیدیوں سے لڑے تھے اس میں ایک گھوڑے کو باقاعدہ طور پر فوجی گھوڑے کی شکل میں مختلف اسلحہ سے مسلح کیا جاتا ہے اور اس میں گھوڑے کی لگام، زرہ بکتر سب چیزیں ہوتی ہیں اور اس کی جھول میں سرخ رنگ کے دھبے ہوتے ہیں جو اُس گھوڑے کی یاد تازہ کرتے ہیں جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد میدان کربلا سے تنہا واپس ہوا تھا۔ عقیدت منداس کو بوسہ دیتے ہیں اور باقاعدہ آنکھوں سے لگا کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں۔

(فقہ جعفریہ، جلد سوم، ص ۲۳۶، مکتبہ نوریہ حسینیہ بلال گنج لاہور)

تعزیہ مروّجہ:

روضۂ حسین رضی اللہ عنہ کی نقل جس کو تعزیۂ حسین رضی اللہ عنہ بھی کہتے ہیں جو کہ بانس اور کاغذ سے بنا سجا کر شیعہ سینہ کوبی کرتے، زنجیر زنی، اور ماتمی مرثیوں اور

نوحہ گری کے ساتھ ہر سال محرم الحرام میں نکالتے ہیں تعزیہ مروّجہ ہے جیسا کہ شیعہ کی کتاب میں درج ہے۔

تعزیہ در اصل لکڑی کی کھچیوں اور رنگین کاغذ کی مدد سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پورے روضے کی شکل میں بنایا جاتا ہے۔ اس میں بالکل ویسے ہی گنبد اور مینار ہوتے ہیں جیسا کہ روضۂ اقدس میں ہیں اور اِس کے اندر کاغذ کی دو قبریں ہوتی ہیں۔

(فقہ جعفریہ، ج ۳، ص ۲۳۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ حسینیہ بلال گنج لاہور)

قرآن مجید میں ماتم کا حکم

قرآنِ مجید مسلمانوں اور تمام بنی نوعِ انسان کی راہ مستقیم کی جانب راہنمائی فرماتا ہے اور عملی زندگی میں پیش آنے والے مسائل کا حل بتاتا ہے اور انسان کو دنیا و آخرت کے نفع ونقصان سے آگاہ کرتا ہے ہم نے بغور قرآن مجید کا مطالعہ کیا ہمیں کسی جگہ بھی اِس مسئلہ (ماتم) کا کھوج نہیں ملا کہ کسی مصیبت کے پیش آجانے پر زور زور سے پیٹا جائے۔ جزع وفزع کیا جائے، گلی محلوں میں شور و غل کیا جائے۔ واویلا کیا جائے اور زنجیروں سے اپنے بدن کو زخمی کیا جائے اور اس کو موجب اجر وثواب اور ذریعہ نجات سمجھا جائے اس کا قرآنی تعلیمات میں کسی جگہ کوئی ثبوت نہیں ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جا بجا مومنین کو اگر مشکل یا مصیبت پیش آجائے تو صبر کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

”اور خوشخبری دے اُن صبر کرنے والوں کو کہ جب پہنچے اُن کو

مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔"

(سورۃ البقرہ، آیت ۱۵۶، پارہ ۲، ترجمہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِينَ ○ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُّلٰقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رٰجِعُونَ ○

"اور مدد چاہو صبر سے اور نماز سے اور البتہ وہ بھاری ہے۔ مگر انہی عاجزوں پر جن کو خیال ہے کہ وہ روبرو ہونے والے ہیں اپنے رب کے اور یہ کہ ان کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

(سورۃ البقرہ، آیت ۴۵، پارہ نمبر ۱، ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِينَ ○

"اے مسلمانو! مدد لو صبر سے اور نماز سے اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

(سورۃ البقرہ، آیت ۱۵۳، پارہ نمبر ۲، ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

ان تمام آیات مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنین کو صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور جن لوگوں نے مصائب پر صبر کیا اور کفرانِ نعمت نہ کیا بلکہ ان مصائب کو وسیلۂ ذکر وشکر بنایا تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف سے ان کو خوشخبری دے دو اور کبھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

پھر یہ معلوم نہیں قرآن کے کس پارہ میں یہ آیت لکھی ہے کہ کوئی واقعہ ہائلہ (مصیبت) پیش آجائے تو مجلس بلا کر خوب جزع وفزع کرو، کپڑے پھاڑو، رخساروں پرطمانچے مارو، سینہ کو پیٹو اور زنجیروں سے اپنے بدن کو لہولہان کرو۔ سر میں خاک ڈالو۔ یہ قرآن تو آیاتِ صبر سے پُر ہے کسی جگہ بھی ماتم، نوحہ، جزع وفزع کا ذکر نہیں۔ شاید اُس قرآن میں ہو جو سترہ ہزار آیات کا ہے

(اصول کافی ص ۶۳۴، ج ۲، کتاب فضل القرآن)

اور اُس کو امام غائب لے کر سرامن رائی کے غار میں غائب ہے۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ماتم کا حکم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

”تمہارے لیے بھلی (مفید) تھی سیکھنی رسول اللہ کی چال۔“

(سورۃ الاحزاب، آیت ۲۱، پارہ نمبر ۲۱، ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام امت کو بہترین اخلاق کی ہدایت کی ہے اور اخوت و محبت کے طریقوں کو بھی واضح کیا ہے، لیکن اِس کے ساتھ ساتھ اِس بات کی سخت ممانعت فرمائی ہے کہ انسان کسی جانی و مالی مصیبت پر کسی اندوہ و پریشانی میں اپنا صبر واستقلال ترک کردے اور جزع وفزع جیسے غیر شرعی امور اختیار کرے یا نوحہ کرے، ان سب امور سے ممانعت فرمائی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَابِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ۔

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ ہم میں سے نہیں جو رخسار پیٹے گریبان پھاڑے اور زبان سے جاہلیت والی چیخ و پکار کرے۔''

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب لیس منا ضرب الخدود حدیث نمبر ۱۲۹۷)

ابوداؤد شریف کی حدیث مبارکہ میں ارشادِ گرامی ہے:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ن الْخُدْرِیْ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلنَّائِحَۃَ وَالْمُسْتَمِعَۃَ۔

''ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی دونوں پر لعنت کی ہے۔''

(سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب فی النوح جلد دوم، ص ۹۰)

مسند احمد کی روایت میں ارشادِ گرامی ہے:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: فَلَمَّا تَتْ زَیْنَبُ اِبْنَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَکَتِ النِّسَاءُ فَجَعَلَ عُمَرُ یَضْرِبُھُنَّ بِسَوْطِہٖ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ وَقَالَ مَھْلًا یَاعُمَرَ ثُمَّ قَالَ: اِیَّاکُنَّ وَنَعِیْقَ الشَّیْطَانَ ثُمَّ قَالَ اِنَّہٗ مَھْمَا کَانَ مِنَ الْعَیْنِ وَالْقَلْبِ فَمِنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَمِنَ الرَّحْمَۃِ وَمَا کَانَ مِنَ الْیَدِ وَ اللِّسَانِ فَمِنَ الشَّیْطَانِ۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو عورتوں نے رونا شروع کر دیا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو مارنا شروع کیا

جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیچھے ہٹایا اور کہا ان کو چھوڑ دو پھر ان عورتوں سے فرمایا کہ دیکھو شیطانی آواز مت نکالو پھر فرمایا جو رونا، آنکھ اور دل سے ہو وہ جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور جو ہاتھ (ماتم) اور زبان سے ہو وہ شیطانی فعل ہے۔"

(مسند احمد، ص ۲۳۷، جلد ۱۷)

شیعہ کتب سے

شیعہ مذہب کی بنیادی کتاب اصول کافی میں امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ: اَلصَّبْرُ مِنَ الْاِیْمَانِ بِمَنْزِلَۃِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ فَاِذَا ذَھَبَ الرَّأْسُ ذَھَبَ الْجَسَدُ کَذٰلِكَ اِذَا ذَھَبَ الصَّبْرُ ذَھَبَ الْاِیْمَانُ○

"امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کہ صبر کا ایمان سے ایسا تعلق ہے جیسے جسم کے ساتھ سر کا۔ جب سر نہ رہے تو جسم نہیں رہتا اور اسی طرح جب صبر نہ رہے تو ایمان نہیں رہتا۔"

(اصول کافی جلد ۲، ص ۸۷، کتاب الایمان والکفر باب الصبر روایت نمبر ۲، مطبوعہ تہران طبع جدید)

یہ روایت ہم نے شیعہ مذہب کی بنیادی کتاب اصول کافی سے نقل کی ہے اور شیعہ کی اِس کتاب (اصول کافی) کو ان کے بارہویں امام غائب کی تائید بھی حاصل ہے اور اِس روایت کو بیان کرنے والے شیعہ کے چھٹے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ ہیں اس میں شیعہ حضرات کے لئے سامان عبرت ہے کہ وہ اس روایت کے خلاف جزع وفزع کرتے۔ روتے پیٹتے اور سینہ کوبی (ماتم) کرتے

پھرتے ہیں جو کہ بے صبری کا مظاہرہ ہے اور امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے بقول صبر چھوڑ دینے والے کا ایمان جاتا رہتا ہے۔ سینہ کوبی (ماتم) اور زنجیر زنی کو موجب اجر و ثواب سمجھنے والے غور کریں کہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق ان کا ایمان جاتا رہا اور وہ بالکل بے ایمان ہیں۔

شیعہ کی بنیادی کتاب الجامع الکافی میں حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ضَرْبُ الْمُسْلِمِ یَدَہٗ عَلٰی فَخْذِہٖ عِنْدَ الْمُصِیْبَۃِ اِحْبَاطٌ لِاَجْرِہٖ۔

''امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کا اپنا ہاتھ اپنی ران پر مارنا مصیبت کے وقت اُس کے ثواب کو ضائع کر دیتا ہے۔''

(الجامع الکافی، حصہ فروع کافی ج۳، ص۲۲۴، کتاب الجنائز، باب ''الصبر والجزع والاسترجاع'' روایت نمبر۴)

اس روایت میں امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے جزع و فزع کرنے، واویلا اور شور و غوغا کرنے سے یہاں تک منع فرمایا کہ جو مصیبت کے وقت رانوں پر ہاتھ مارے۔ اُس کے اعمال بھی ضائع ہو گئے، اب جو لوگ منہ پر طمانچے مارنے، سر میں خاک ڈالنے، سینہ کوبی کرنے کو اجر و ثواب کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اِس عمل کو اپنی نجات کے لئے کافی گردانتے ہیں حقیقتاً وہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو غلط اور اپنے عمل سے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کو جھوٹا کہتے ہیں اور سینہ کوبی، زنجیر زنی اور نوحہ گری کر کے اُخروی نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں جو کہ ناممکن ہے۔

اہل تشیع کی معتبر کتاب حیات القلوب میں ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

حضورﷺ جنگ احد میں جب اپنے بہادر اور بہترین مددگار چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش پر آئے اور اُن کو ٹکڑے ٹکڑے ہوئے دیکھا تو باوجود اُن کی سخت محبت کے بھی نہ واویلا کیا، نہ سینہ پیٹا (ماتم) نہ بالوں کو نوچا، بلکہ ارشاد فرمایا کہ اگر بنی عبدالمطلب کی عورتوں کی پریشانی کا خیال نہ ہوتا تو میں نعش کو اِس حال پر چھوڑتا کہ اِس کو درندے کھا جاتے، تاکہ قیامت میں اِن کا حشر اِن کے شکموں سے ہو۔ اگرچہ یہ حادثہ ناقابل برداشت ہے لیکن اس کا ثواب بہت بڑھ کر ہے۔
(حیات القلوب از ملا باقر مجلسی، ص ۳۶۳)

اس واقعہ کو جسے ہم نے شیعہ کی معتبر کتاب سے نقل کیا ہے۔ رسول اللہﷺ کے حقیقی چچا اور رضاعی بھائی سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ جن کے ساتھ آنحضرتﷺ کو بے پناہ محبت تھی۔ آپﷺ نے اُن کی دردناک اور المناک شہادت پر نہ ماتم کیا، نہ نوحہ کیا، نہ بالوں کو نوچا اور نہ ہی اِس کی اجازت دی بلکہ عملی طور پر صبر واستقلال کا ثبوت دیا اور اِس حادثہ کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نبی پاکﷺ کی وصیت

رسول پاکﷺ نے بوقتِ وفات سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی جس میں نبی پاکﷺ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو گریبان نوچنے، واویلا کرنے، ماتم کرنے، بال بکھیرنے سے منع فرمایا، اہل تشیع کی معتبر کتاب جلاء العیون میں لکھا ہے:

بدان ایفاطمه که برای پیغمبر گریبان نمی باید۔ درید و رونمی باید خراشید و واویلا نمی باید گفت ولیکن بگوآنچه پدرتو دروفات ابراهیم فرزند خود گفت که چشمان میگریند و دِل

بدرد میآید نمیگویم چیز یکه موجب غضب پرورد گار باشد
ای ابراهیم ما برتواندو هنا کیم۔

''اے فاطمہ رضی اللہ عنہا واضح ہو کہ پیغمبر کے لئے گریبان چاک نہ کرنا چاہیے اور بال نوچنے نہ چاہئیں اور واویلا نہ کرنا چاہئے، لیکن وہ کہنا جو تیرے باپ نے بیٹے ابراہیم کے انتقال میں کہا کہ آنکھیں روتی ہیں اور دل درد میں آتا ہے اور میں نہیں کہتا کہ جو موجبِ غضب پروردگار ہو اور اے ابراہیم میں تجھ پر ندوہناک ہوں۔''

(جلاء العیون از باقر مجلسی ص ۶۴ ناشر انتشارات علمیہ اسلامیہ ایران)

جلاء العیون میں ہی دوسری جگہ لکھا ہے:

ابن بابویه بسند معتبراز حضرت امام محمد باقر روایت کرده است که رسول خدا در هنگام وفات بحضرت فاطمه گفت ایفاطمه چون بمیرم روی خودرا برای من مخراش و گیسو پریشان مکن واویلا مگوو برمن نوحه مکن و نوحه گران را مطلب۔

''ابن بابویہ نے بسند معتبر امام باقر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت وفات جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا جب میں انتقال کر جاؤں اُس وقت تو اپنے چہرے کو میری مفارقت سے نہ نوچنا اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا اور واویلا نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا اور نوحہ کرنے والوں کو نہ بلانا۔''

(جلاء العیون از باقر مجلسی، ص ۶۵، ناشر انتشارات علمیہ اسلامیہ، ایران)

اسی طرح شیعہ کی معتبر کتاب الجامع الکافی میں لکھا ہے:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لِفَاطِمَۃَ عَلَیْھَا السَّلَام: اِذَا اَنَامِتُّ فَلَا تَخْمِشِیْ عَلَیَّ وَجْھًا وَلَا تَنْشِرِیْ عَلَیَّ شَعْرًا وَلَا تُنَادِیْ بِالْوَیْلِ وَلَا تُقِیْمِیْ عَلَیَّ نَائِحَۃً۔

''رسول اللہ ﷺ نے بوقت وفات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا میری وفات پر منہ نہ پیٹنا، بال نہ بکھیرنا، واویلا نہ کرنا اور نوحہ نہ کرنا۔''

(جامع الکافی حصہ فروع کافی، ج ۵، ص ۵۲۷، کتاب النکاح، باب صفۃ مبایعۃ نبی ﷺ والہٖ النساء)

یہ روایات جو کہ ہم نے شیعہ کی معتبر کتب سے نقل کی ہیں۔ اس سے زیادہ صریح فیصلہ ماتم و نوحہ کی ممانعت کے متعلق کیا ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ اپنی پیاری بیٹی خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو وصیت فرماتے ہیں کہ میری وفات کا تم کو صدمہ عظیم ہو گا، لیکن جاہل لوگوں کی طرح جزع وفزع نہ کرنا، ماتم نہ کرنا، سر نہ پیٹنا، گریبان چاک نہ کرنا، واویلا نہ کرنا، نوحہ نہ کرنا اور اِس سے بڑھ کر جلاء العیون کی روایت میں لکھا ہے کہ نوحہ کرنے والیوں کو گھر میں داخل نہ ہونے دینا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اگر یہ امور باعثِ اجر و ثواب ہوتے، نجات اُخروی کا ذریعہ اور قربِ الٰہی کا باعث ہوتے تو حضور ﷺ ممانعت کی بجائے حکم فرماتے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو اِذنِ عام دیتے کہ جب میں انتقال کر جاؤں تم خوب ماتم کرنا، زور و شور سے نوحہ کرنا، خود بھی سر پیٹ کر اور سینہ کوبی کر کے قیامت برپا کرنا اور اطرافِ مدینہ سے نوحہ کرنے والیوں کو بلا کر خوب نوحہ اور ماتم کرنا۔

لیکن جب آپ ﷺ نے اِن امور سے ممانعت فرما دی۔ تو معلوم ہوا یہ

جملہ حرکات باعث اجر وثواب نہیں، بلکہ یہ حرکات ممنوع ہیں۔ ناجائز ہیں۔ داخل معصیت ہیں اور گناہِ کبیرہ ہیں۔

لیکن آجکل کے رافضی شیعہ اس ماتم، نوحہ، عزاداری کو اپنی شہ رگ قرار دے رہے ہیں اور ماتم، نوحہ کو سرِ عام چوکوں، چوراہوں، گلیوں، بازاروں میں سر انجام دے کر اعلانیہ عملی طور پر کہہ رہے ہیں اے فاطمہ رضی اللہ عنہا تم کو معلوم نہیں تھا ہمیں معلوم ہے کہ ماتم عبادت ہے اور کسی کے دروازے پر کی جائے تو اس کا اجرو ثواب اور بڑھ جاتا ہے۔

عزاداری جنت واجب کرتی ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم کرنے، نوحہ کرنے سے گناہ بخشے جاتے ہیں، یہی وہ سستا سودا ہے کہ عشرۂ محرم الحرام میں تمام شرابی، بدکار، جوئے باز، فلم بین اور فلم ساز جرائم پیشہ، بھنگی، چرسی، اور بازار حسن کی طوائف اور روزانہ نیا متعہ کرنے والے زانی، فاسق و فاجر، ذاکر مجتہد سب گناہ بخشوانے کے لئے اور جنت کا ٹکٹ لینے کے لئے، سیاہ فرعونی لباس پہنے، گھوڑے کی دم پکڑے عشرۂ محرم الحرام میں، چوکوں، چوراہوں، گلیوں، بازاروں، سڑکوں پر سینہ کوبی زنجیر زنی اور نوحہ کرتے نظر آتے ہیں۔

اور ان دس دنوں کے بعد نئے لائسنس کے ساتھ سال بھر خوب گناہ کرتے ہیں اللہ کے دین اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس سے بڑا مذاق شیعوں کے علاوہ کرنے کی کسی اور کو جرأت نہیں ہوتی۔ اے رافضیو! ماتمیو! شیعو! تم اپنے متعلق امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ بھی سن لو۔

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ کفر

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ماتمیوں کے لئے فتویٰ کفر صادر فرمایا ہے شیعوں کی معتبر کتاب الجامع الکافی میں روایت ہے:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَام قَالَ: اِنَّ الصَّبْرَ وَالْبَلَاءَ یَسْتَبِقَانِ اِلَی الْمُؤْمِنِ فَیَأْتِیْہِ الْبَلَاءُ وَھُوَ صَبُوْرٌ وَاِنَّ الْجَزْعَ وَالْبَلَاءَ یَسْتَبِقَانِ اِلَی الْکَافِرِ فَیَاْتِیْہِ الْبَلَاءُ وَھُوَ جَزُوْعٌ۔

''امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا صبر اور مصیبت مومن کو پیش آتے ہیں، اسے مصیبت آجائے تو وہ صبر کرتا ہے گھبراہٹ اور مصیبت کافر کو پیش آجائے تو وہ جزع (ماتم) فزع کرنے لگتا ہے۔''

(الجامع الکافی حصہ فروع الکافی، ج ۳، ص ۲۲۳: ۲۲۴، کتاب الجنائز، باب ''الصبر والجزع والاسترجاع'' روایت نمبر ۳)

اس روایت میں امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے مومن اور کافر کی شناخت یہ بتائی ہے کہ مومن کو اگر مصیبت آجائے تو وہ صابر ہوتا ہے، لیکن کافر کو اگر مصیبت پیش آجائے تو وہ ماتم کرنے لگتا ہے دوسرے آسان لفظوں میں اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ جو مصیبت پر صبر کرے وہ مومن اور جو ماتم کرے وہ کافر ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اہم خطبہ

اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ غسل دے کر فارغ ہوئے تو ایک خطبہ دیا جو کہ اہل تشیع کی معتبر کتاب نہج البلاغہ میں درج ہے:

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِکَ مَا یَنْقَطِعُ بِمَوْتِ غَیْرِکَ مِنَ النُّبُوَّۃِ وَالْاَنْبَاءِ وَاَخْبَارِ السَّمَاءِ خَصَصْتَ حَتّٰی صِرْتَ مُسْلِیًا عَمَّنْ سِوَاکَ وَعَمَمْتَ حَتّٰی صَارَ النَّاسُ

فِيكَ سِوَاءً وَلَوْلَا أَنَّكَ أَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَأَنْفَدْنَا عَلَيْكَ مَاءَ الشُّؤُونِ وَلَكَانَ الدَّاءُ مُمَاطِلًا وَالْكَمَدُ مُحَالِفًا وَّ قَلَّالَكَ وَلٰكِنَّهُ مَالَا يُمْلَكُ رَدُّهُ وَلَا يُسْتَطَاعُ دَفْعَهُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي أُذْكُرْنَا عِنْدَ رَبِّكَ وَجْعَلْنَا مِنْ بَالِكَ۔

''میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان اے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی وفات سے نبوت، احکام الٰہی اور اخبارِ آسمانی کا سلسلہ منقطع ہو گیا جو دوسرے (پیغمبروں) کی وفات پر (کبھی) نہیں ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت یہ (بھی) تھی کہ دوسری مصیبتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دے دی۔ (کیونکہ آپکی مصیبت ہر مصیبت سے بزرگ تر ہے) اور (دنیا سے رحلت فرمانے کی بنا پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ عمومیت حاصل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (ماتم) میں تمام لوگ یکساں دردمند (اور سینہ فگار) ہیں اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکیبائی کا حکم نہ دیا ہوتا اور نالہ و فریاد وفغاں سے منع نہ فرمایا ہوتا تو یقیناً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں) آنکھوں کا سرچشمہ، اشک (روتے روتے) ہم خشک کر دیتے۔ ہمارا درد وغم پیوستہ رہتا اور غم وحزن ہمیشہ باقی رہتا اور اشکِ چشم کا خشک ہو جانا، اور حزن واندوہ کا دائمی ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی (جدائی کی) مصیبت میں بہت کم ہے لیکن موت وہ چیز ہے کہ جس کا برطرف کرنا ممکن نہیں اور جس کا دفن کرنا ناممکن ہے۔ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، اپنے پروردگار کے ہاں ہمیں یاد رکھیے گا اور ہمیں اپنے دل میں رکھیے گا۔''

(نہج البلاغۃ، ص ۶۵۷، خطبہ نمبر ۲۲۶، فراقِ رسول ﷺ، عربی اردو ایڈیشن طبع نومبر ۱۹۸۱ شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز۔ لاہور، کراچی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اِس ارشاد سے نہ صرف جزع (ماتم) فزع کی ممانعت ثابت ہوتی ہے بلکہ رونے سے بھی منع فرمایا گیا ہے اور حیات القلوب میں اللہ کے نبی پاک ﷺ کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو وصیت درج ہے۔ جس میں بھی جزع (ماتم) فزع کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

''رسول کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی وفات کے وقت وصیت کی جس میں کسی بھی مصیبت پر جزع وفزع کرنا حرام و ناجائز بتایا ہے۔''

اور آپ ﷺ کی وفات کا دن بتصریح امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑی مصیبت کا دن تھا۔

(الجامع الکافی حصہ فروع الکافی، جلد ۳، ص ۲۲۰، کتاب الجنائز، باب التعزی روایت نمبر ۱)

جب آپ ﷺ کے سانحۂ ارتحال پر جزع (ماتم) فزع، نوحہ منع ہے تو کسی کی موت یا شہادت پر رونا پیٹنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

لیکن آج کے ماتمی رافضی حضرت حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کو ملنے والی شہادت کی نعمت پر ماتم، نوحہ کرتے ہیں، اس کی گنجائش کیسے ہوسکتی ہے؟ یہ سرا سر حرام، گناہ، اور مصیبت کی بات ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اِس خطبہ کے الفاظ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی طرف سے کی جانے والی وصیت کو شیعہ ماتمی غور سے پڑھیں اور ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ وہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں ان کا یہ عمل سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عمل کے موافق ہے یا مخالف؟ یقیناً ان کا یہ عمل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمل کے مخالف ہے

ور شیعو تمہیں پتہ ہے، تمہارے مذہب کی کتابیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرنے والے کے متعلق کیا بتاتی ہیں؟

اور اگر ہم نے تمہیں تمہاری کتابوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا آئینہ دکھایا تو برا مان جاؤ گے۔

اوصاف ایمان

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایمان کے اوصاف پوچھے گئے تو علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا جو کہ اہل تشیع کی معتبر کتاب نہج البلاغہ میں درج ہے:

وَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ الْإِيْمَانِ فَقَالَ: اَلْإِيْمَانُ عَلٰى اَرْبَعَةِ دَعَآئِمَ عَلَى الصَّبْرِ وَالْيَقِيْنِ وَالْعَدْلِ وَالْجِهَادِ۔

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا ایمان کے متعلق، تو فرمایا:

ایمان کے چار ستون ہیں۔ صبر، یقین، عدل، جہاد۔

(نہج البلاغۃ ص ۸۷۵، حصہ سوم، ملفوظات وکلمات، باب المختار من حکم امیر المؤمنین علیہ السلام روایت نمبر ۳۱ الخ) (عربی اردو ایڈیشن، طبع نومبر ۱۹۸۱ء شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز،، لاہور، کراچی)

نہج البلاغہ میں ہی چند صفحات آگے آپ کا فرمان ہے۔

يَنْزِلُ الصَّبْرُ عَلٰى قَدْرِ الْمُصِيْبَةِ وَمَنْ ضَرَبَ عَلٰى فَخِذِهٖ عِنْدَ مُصِيْبَتِهٖ حَبَطَ اَجْرُهٗ۔

''صبر مصیبت کے مطابق ملتا ہے۔ جس نے مصیبت کے وقت زانو پیٹا اس کا ثواب برباد ہو گیا۔''

(نہج البلاغہ حصہ سوم، ص ۸۹۷، ملفوظات وکلمات، باب المختار من حکم امیر المؤمنین علیہ السلام روایت نمبر ۱۴۷) عربی اردو ایڈیشن، طبع نومبر ۱۹۸۱ء شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، کراچی)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ان ارشادات میں کہیں بھی ماتم کا ذکر نہیں

ملتا۔ جب اِن سے اوصاف ایمان واسلام پوچھے تو صبر ایمان واسلام کے اوصاف میں بتایا۔ مصیبت کے وقت صرف منہ نوچنا اجروثواب کے ضائع ہونے کا سبب بیان کیا، لیکن ماتمی رافضی جو کہ محبت علی رضی اللہ عنہ کا دم بھرتے ہیں۔ چوکوں، چوراہوں، گلیوں، بازاروں میں سینہ کوبی، زنجیر زنی، نوحہ گری، اور مرثیہ خوانی کرتے ہیں اور مردوں کے ساتھ نامحرم عورتوں کو بھی لئے پھرتے ہیں اور اس کو باعث اجر خیال کرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے فرامین کے خلاف ہے اور اس بات کا فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ یہ حُبِّ علی رضی اللہ عنہ ہے۔ یا مخالفت علی رضی اللہ عنہ......؟

شہادت علی رضی اللہ عنہ اور حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا عمل

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ۴۰ھ میں کوفہ میں پیش آیا۔ اُس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عمل ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ ماتمی رافضیوں کی معتبر کتاب الجامع الکافی میں لکھا ہے:

لَمَّا أُصِیبَ أَمِیرُ الْمُؤْمِنِینَ عَلَیْهِ السَّلَام نَعَی الْحَسَنُ إِلَی الْحُسَیْنِ عَلَیْهِمَا السَّلَام وَهُوَ بِالْمَدَائِنِ فَلَمَّا قَرَءَ الْکِتَابَ قَالَ: یَالَهَا مِنْ مُصِیبَةٍ مَا أَعْظَمَهَا مَعَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَنْ أُصِیبَ مِنْکُمْ بِمُصِیبَةٍ فَلْیَذْکُرْ مُصَابَهُ بِی فَإِنَّهُ لَنْ یُّصَابَ بِمُصِیبَةٍ أَعْظَمَ مِنْهَا وَصَدَقَ صلی اللہ علیہ وسلم۔

”حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے روز حضرت حسین رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس کی (شہادت علی رضی اللہ عنہ کی) اطلاع بھیجی جب آپ نے خط پڑھا۔ فرمایا کتنی بڑی مصیبت پیش آئی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

ہے۔ تم میں سے کسی کو جب کوئی مصیبت پیش آئے تو میری (جدائی کی) مصیبت کو یاد کر لینا، کیونکہ اِس سے زیادہ مصیبت اور کوئی نہیں ہوسکتی اور آپ نے سچ فرمایا۔''

الجامع الکافی، ج ۳، ص ۲۲۰:۲۲۱، کتاب الجنائز، باب التعزی، روایت نمبر۳)

فائدہ:

پس حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے صبر کیا اور جزع (ماتم) وفزع کا نام تک نہ لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر بھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے صبر کیا، اور تمام عمر کوئی خلاف شرع کام نہ کیا۔ نہ ماتم کیا، اور نہ ہی روز شہادت کوئی مجلس عزا قائم کی، اور نہ ہی کوئی ماتمی اور خنجر بردار جلوس نکالا اور نہ ہی نوحہ خوانی کی۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی وصیت

شیعہ کی معتبر کتاب میں ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں اپنی ہمشیرہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو اپنی شہادت سے قبل وصیت کرتے ہوئے فرمایا!

که چون من از تیغ اهل جفا بعالم بقا رحلت نما یم
گریبان چاك مکنید و رو مخرا شید وواویلا مگوئید
پس اهلبیت رافی الجملة تسلی نمود۔

''چونکہ میں اہل جفا کی تیغ سے عالم بقا کی طرف رحلت کر رہا ہوں تم گریبان چاک نہ کرنا اور بال نہ بکھیرنا، واویلا نہ کرنا پس اہل بیت کو اس جملہ میں تسلی دی۔''

(جلاء العیون ص ۳۸۷ از باقر مجلسی، عنوان ''قضایای کربلا'' انتشارات علمیہ اسلامیہ، تہران)

اس سے واضح دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ شہداء کربلا کی شہادت پر منہ پیٹنا سینہ کوبی کرنا جائز نہیں۔ خود نواسۂ رسول حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما اپنی والدہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی لختِ جگر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت میں فرما رہے ہیں۔ میری شہادت پر جزع (ماتم) وفزع نہ کرنا، نہ بال نوچنا، نہ گریبان چاک کرنا، بلکہ تم ایسا صبر کرنا جیسا سیدۃ النساء، خاتون جنت، سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے انتقال رسول کے موقع پر کیا، لیکن آج کے ماتمی شیعہ مجلس ماتم میں جواں مرد اور جواں عورتیں زرق برق لباس پہن کر آنکھوں میں کاجل لگا کر بالوں کو معطر تیل لگا کر کنگھی پٹی کر کے ایک دوسرے کی دید بازی کے لئے جمع ہو جاتے ہیں اور حرام راگ میں سر اور تال کے ساتھ مرثیہ خوانی اور سینہ کوبی کرتے ہیں، لیکن سوال اُن ذاکروں، اور مجتہدوں اور مرثیہ خوانوں سے ہے جو دن رات ہائے حسین، ہائے حسین کر کے اپنی قوم کو گمراہ کرتے ہیں اور دن رات خون حسین رضی اللہ عنہ میں لقمے تر کر کے کھانا سعادت سمجھتے ہیں وہ بتائیں یہ بے پردہ عورتیں اور مرد جمع ہو کر چوکوں، چوراہوں، امام باڑوں میں سینہ کوٹتے منہ پیٹتے، زنجیر زنی کرتے، ہائے حسین رضی اللہ عنہ کی دہائی سے زمین دہلاتے ہیں، کیا یہ نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی نافرمانی کر کے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض نہیں کر رہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بددعا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب کربلا میں شہید ہو گئے تو اہل کوفہ (شیعہ) کو روتا پیٹتا دیکھ کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ پڑھا۔ جس میں اہل کوفہ (شیعہ) کو بددعا دی۔ اہل تشیع کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی میں لکھا ہے:

قَالَتْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى اَبِىْ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ:
اَمَّا بَعْدُ......فَيَا اَهْلَ الْكُوْفَةِ اَتَبْكُوْنَ وَتَلْحُوْنَ؟ اى وَاللّٰهِ
فَابْكُوْا كَثِيْرًا وَاضْحَكُوْا قَلِيْلًا۔

''بعد حمد وصلوۃ کے اے اہل کوفہ اب تم روتے اور رقت کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! تم بہت روؤ اور تھوڑا ہنسو (یعنی ہمیشہ روتے پیٹتے رہو اور ہنسی کبھی تمہارے نصیب میں نہ ہو)''

(احتجاج طبرسی، صفحہ ۳۰، ج ۲، از ابو منصور احمد بن علی ابی طالب)

نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غداری اور ان کی وصیت کی نافرمانی کرنے والی قوم سمجھے کہ آج اِن کے مقدر میں یہ سینہ کوبی کرنا، نوحہ کرنا، پیٹنا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بد دعا کی وجہ سے ہے۔ اور شیعت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بددعا کی زد میں ہے۔

قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کون؟

کوفہ جو کہ اہل تشیع کا مرکز مولد و مسکن تھا چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری اپنی کتاب مجالس المومنین میں لکھتا ہے:

وبالجمله تشيع اهل كوفه حاجت با قيامت دليل نه دارد وسنى بودن كوفى الاصل خلاف اصل و محتاج دليل است گو ابو حنيفه كوفى باشد۔

''کوفیوں کو شیعہ ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کی حاجت نہیں بلکہ جو اصل کوفی اور وہاں پر ہی پیدا ہوا ہو اس کا سنی ہونا خلاف اصل اور دلیل کا محتاج ہے۔ خواہ ابو حنیفہ کوفی ہی ہو۔''

(مجالس المومنین از قاضی نور اللہ شوستری، ص ۵۶، ج ۱)

خطوط موصولہ کی تعداد

کوفہ سے شیعہ نام نہاد محبان اہل بیت نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو لاتعداد تاکیدی خطوط لکھ کر کوفہ بلوایا ''ناسخ التواریخ'' میں لکھا ہے۔

بدیں گونہ مکاتیب متواتر کردند چنداں کہ دوازدہ هزار نامه در حضرت امام حسین از بزرگانِ کوفه حاضر گشت۔

''کوفی شیعہ حضرات نے اس کثرت سے امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھے کہ بارہ ہزار تک پہنچ گئے۔''

شیعہ کی دوسری کتاب اخبارِ ماتم میں بھی تصریح موجود ہے۔

فَاجْتَمَعَتِ الشِّيْعَةُ فَاكْتُبُوْا اِلَيْهِ اِثْنٰى عَشَرَ اَلْفَ كِتَاب۔

''شیعہ جمع ہوئے اور اِس کثرت سے ان کی طرف خط لکھے کہ بارہ ہزار تک پہنچ گئے۔''

ایک اہم خط:

ہم یہاں اہل کوفہ (شیعہ) کا ایک خط نمونہ کے طور پر نقل کرتے ہیں جو کہ شیعہ کی معتبر کتاب جلاء العیون میں درج ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

اين نامه ايست بسوی حسين بن علی ازجانب سليمان بن صرد خزاعی ومسيب بن نجيه و رفاعه بن شداد وحبيب بن مظاهر و ساير شيعيان او ازمؤمنان و مسلمانان اهل کوفه سلام خدا برتوباد و حمد ميکنيم خدارا بر نعمتهای کاملهٔ اوبرما وشکر ميکنيم اورا بر آنکه هلاك کرد دشمن جبار معاند تراکه بيرضای امت

برایشان والی شد و بجور و قهر برآنها حاکم گردید و اموال ایشانرا بنا حق تصرف نمود ونیکانرا بقتل رسانید و بدانرا بنیکان مسلط گردانید واموال خدارا برمالداران وجباران قسمت نمود پس خدا اورا لعنت کند چنانچه قوم ثمود را لعنت کرد بدانکه مادراینوقت امام و پیشوائی نداریم بسوی ماتوجه نما وبشهر ما قدم رنجه فرما که ماهمگی مطیع توئیم شاید حقتعالی حق رابرکت تو برما ظاهر گرداند و نعمان بن بشیر حاکم کوفه درقصرالاماره نشسته است درنهایت مذلت وبجمعه اوحاضر نمیشویم ودرعید بااوبیرون نمیرویم چون خبر برسد که شمامتوجه اینصوب شده اید اوررا از کوفه بیرون میکنیم۔

جلاءُ العُیُونْ از باقر مجلسی، ص ۳۵۶، بعنوان "نامۂ اہل کوفہ بآنحضرت" ناشر انتشارات علمیہ اسلامیہ ایران)

"یہ نامہ سلیمان بن صرد خزاعی، میسّب بن نجیہ، رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر اور جمیع شیعان و مومنین و مسلمین اہل کوفہ کی جانب سے بخدمت امام حسین بن علی بن ابی طالب علیہما السلام ہے۔ آپ پر سلام خدا ہو اور ہم اس نعمت ہائے کاملۂ خدا پر، جو ہم پر ہیں، حمد کرتے ہیں۔

اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے آپ کے دشمن جبار و معاند کو، کہ بغیر رضا مندی امت ان پر حاکم ہوا تھا ہلاک کیا اور وہ بجور عدوان امت پر حاکم ہوا اور ان کے اموال میں نا حق تصرف کیا اور نیکانِ امت کو قتل کیا اور بداطواروں کو نیکوں پر مسلط کیا اور اموال خدا کو مالداروں اور جباروں پر تقسیم کیا۔

خدا اسے نفرین کرے جس طرح قوم ثمود پر نفرین کی اور واضح ہو کہ اس وقت ہمارا کوئی امام پیشواء نہیں پس آپ ہماری طرف توجہ کیجئے اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمائیے کہ ہم سب آپ کے مطیع ہیں۔ شاید حق تعالیٰ حق کو آپ کی برکت سے ظاہر کرے اور نعمان بن بشیر حاکم نہایت ذلیل خوار والی ''رت میں بیٹھا ہے اور ہم جمعہ وعیدین وہاں پڑھنے نہیں جاتے ہیں اور جب آپ کی خبر تشریف آوری کی ہم کو ملے گی تو ہم اسے کوفہ سے نکال دیں گے۔''

اس خط کے علاوہ بھی کئی خطوط شیعہ کی معتبر کتابوں میں موجود ہیں۔ جن میں انہوں نے منت سماجت کر کے ارادتمندی اور مخلصانہ خطوط لکھ کر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلایا اور آخر انہی بلانے والے مخلص شیعوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو تیغ جفا سے شہید کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی دنیا اور آخرت کو برباد کر لیا۔

کربلا میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنیوالے شیعہ تھے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب یہ مخلصانہ اور ارادتمندانہ خطوط دیکھے تو پہلے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم رحمۃ اللہ علیہ بن عقیل رضی اللہ عنہ کو صحیح حالات معلوم کرنے کے لئے کوفہ بھیجا۔ جب مسلم رحمۃ اللہ علیہ بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچ کر مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر اترے تو اہل کوفہ (شیعہ) نے کمال مسرت کا اظہار کیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی آپ (مسلم رحمۃ اللہ علیہ) کے ہاتھ پر بیعت کرتے جاتے۔ بیعت کنندہ شیعان کوفہ کی تعداد اسّی (۸۰) ہزار تھی۔ (تلخیص مرقع کربلا شیعی ص ۱۵)

حضرت مسلم رحمۃ اللہ علیہ بن عقیل رضی اللہ عنہ کو خوشی ہوئی حالات خوش گوار محسوس ہوئے تو آپ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا حالات موافق ہیں۔ آپ تشریف

لائیں، لیکن شیعان کوفہ نے اپنی موروثی عادات کے موافق سخت بے وفائی کی۔ پہلے حضرت مسلم رحمۃ اللہ علیہ بن عقیل رضی اللہ عنہ کو ان کے دو کم سن بچوں سمیت شہید کر دیا اور جب آپ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پہنچے تو آپ کو بھی انہی شیعوں نے شہید کیا جو آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت حضرت مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر کر چکے تھے۔ آپ کے مقابلے پر آنے والوں میں ایک بھی شامی اور حجازی نہیں تھا۔ سب کے سب کوفی شیعہ تھے۔

لشکر ابن زیادہ هشتاد هزار سوار نگاشته گوید همگان کوفی بودندو حجازی وشامی بایشان نبود

(مقتل ابی مخنف، ص ۶۱)

"ابن زیاد کے لشکر کی تعداد اَسّی ہزار تھی اور یہ سب کوفی تھے۔ اِن میں حجازی و شامی وغیرہ اور کوئی نہ تھا۔"

شیعوں کی کتاب جلاء العیون میں بایں الفاظ منقول ہے:

پس لعنت بر شماباد و برارادات شماباد ای بیوفایان جفا کار غدار ومارا در هنگام اضطرار بمدد ویاری خود طلبیدید چون اجابت شماباد کردیم وبهدایت ونصرت شماآمدیم شمشیر کینه بروی ماکشیدید ودشمنان خود رابرما یاری کردید واز دوستان خدادست برداشتید۔

"حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا پس تم پر (اے کوفیو) اور تمہارے ارادوں پر لعنت ہو اے بے وفاؤ ظالمو! غدارو ہم کو مجبوری کے وقت اپنی امداد کے لئے تم نے بلایا جب ہم تمہاری بات مان کر تمہاری ہدایت اور امداد کے لئے آ گئے تو تم نے کینہ کی تلوار ہم پر کھینچ لی اپنے دشمنوں کی ہمارے خلاف مدد کی اور خدا کے دوستوں سے ہاتھ اٹھا لیا۔"

(جلاء العیون از باقر مجلسی ص ۳۹۱ بعنوان ''قضایای کربلا'' ناشر انتشارات علمیہ اسلامیہ ایران)

صاف ظاہر ہے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر آنے والے لشکر میں کوئی شامی، حجازی نہیں تھا، تو ابن زیادہ اتنا بڑا لشکر کہاں سے لے آیا۔ یہ وہی شیعہ تھے جنہوں نے بکثرت خطوط بھیج کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا بلایا تھا اور ان کے لئے سیدنا مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور یہ آپ رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر آنے والے وہی ہزاروں افراد تھے۔ جن کے گلے میں آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت تھی اور وہ آج نواسۂ رسول سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ تھے اور انہی ظالم شیعوں کی تیغ جفا نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن تک پہنچی۔

سیدنا علی رحمۃ اللہ علیہ بن حسین رضی اللہ عنہ کی گواہی

سیدنا علی رحمۃ اللہ علیہ بن حسین رضی اللہ عنہ المعروف زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ جو کہ سانحہ کربلا کے عینی شاہد ہیں۔ انہوں نے بھی شیعان کوفہ کو ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ، ان کے خانوادے اور ان کے رفقاء کا قاتل قرار دیا ہے۔ اہل تشیع کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی میں لکھا ہے کہ جب سیدنا علی رحمۃ اللہ علیہ بن حسین رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد روتے پیٹتے دیکھا تو فرمایا!

''کہ جب اہل کوفہ کی عورتیں گریبان چاک کئے ہوئے بین کر رہی تھیں اور مرد بھی ان کے ساتھ رو رہے تھے تو حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا!

اِنَّ هٰؤُلَاءِ يَبْكُوْنَ فَمَنْ قَتَلَنَا غَيْرُهُمْ؟

یہ لوگ ہم پر رو رہے ہیں مگر ان کے سوا ہم کو قتل کس نے کیا ہے؟''

(احتجاج طبرسی ۱۵۸، از ابی منصور احمد بن علی ابی طالب طبرسی)

ایهاالناس سوگند میدهم شمارا بخدا که آیا میدانید
که نامها بپدر من نوشتید واورا فریب دادید و عهد و
وپیما نها باونوشتید وبا وبیعت کردید ودرآخر کار با
او کارزار کردید ودشمن را بر او مسلط گردانیدید
پس لعنت برشماباد برآنچه برای خود بآخرت
فرستادید بد رائی برای خود پسند یدید۔

”اے لوگو! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں تم جانتے ہو کہ تم نے میرے والد کو خطوط لکھے اور ان کو فریب دیا اور ان سے عہد و پیمان کیا اور ان سے بیعت کی اور آخر کار اُن سے جنگ کی اور دشمن کو اُن پر مسلط کیا پس لعنت ہو تم پر، تم نے اپنے پاؤں سے جہنم کی راہ اختیار کی اور بُری راہ اپنے واسطے پسند کی۔“

(جلاء العیون از باقر مجلسی ص ۴۲۶، ۴۲۷ بعنوان ”وقایع بعد از شہادت“ ناشر انتشارات علمیہ اسلامیہ ایران)

اہم نکتہ:

سیدنا علی رحمۃ اللہ علیہ بن حسین رضی اللہ عنہ سانحہ کربلا کے عینی شاہد ہیں ان کا شیعوں کو قاتل ٹھہرانا شیعوں پر ایک بڑی اور بھاری شہادت ہے اور جب ان کو ماتم کرتے، روتے پیٹتے دیکھا تو ان شیعوں سے پوچھا، بلانے والے بھی تم شیعہ ہو۔ خط لکھنے والے بھی تم شیعہ ہو اور ہمارے ساتھ یہ ظلم کرنے والے بھی تم شیعہ ہو اور روتے بھی تم ہو خدا تم کو قیامت تک روتا رکھے۔

سیدنا علی رحمۃ اللہ علیہ بن حسین رضی اللہ عنہ سانحہ کربلا کے چھتیس برس بعد تک دنیا میں رونق افروز رہے، لیکن آپ نے خود نہ کربلا میں، نہ کسی اور جگہ اپنے والد گرامی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی مجلس عزا قائم کی۔ نہ ماتم کیا نہ نوحہ، نہ چیخے نہ پیٹے نہ واویلا کیا، بلکہ اس کے برعکس بڑے صبر و استقلال کے ساتھ زندگی بسر کی اور عمر بھر کوئی

خلافِ شرع کام نہ کیا۔

حالانکہ آپ نے اپنی آنکھوں سے سانحۂ کربلا کے تمام حالات کا مشاہدہ کیا اور ان جانگداز مصیبتوں کو اپنی جانوں پر اترتے دیکھا اپنے اعزہ واقارب کو بے رحم شیعوں کی تلواروں سے پیوند خاک ہوتے دیکھا اور ظالم خبیث رافضیوں کی بے ترسی، بے انصافی اور قساوت قلبی کا نقشہ اور بچوں کو ماں باپ کی رحمت بھری آغوش سے جدا ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کے باوجود اپنی تمام عمر صابر و شاکر بن کر گزاری بلکہ شیعوں کی معتبر کتاب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان منقول ہے۔ جس میں عورتوں کو ماتم سے منع فرمایا گیا ہے۔

اِنَّمَا تَحْتَاجُ الْمَرْاَۃُ اِلَی النَّوْحِ حَتّٰی یَسِیْلُ دَمْعُھَا۔

''یعنی عورتوں کو صرف آنسو بہانا ہے منہ سے کچھ نہ کہنا چاہئے''

(اصول کافی، کتاب الحجه)

ماتم حسین رضی اللہ عنہ کی ابتداء

مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ماتم حسین رضی اللہ عنہ کی ابتداء سانحہ کربلا کے تقریباً تین سو برس گزر جانے کے بعد ۳۵۲ھ میں ایرانی النسل اور شیعہ مذہب کے امیر الامراء معز الدولہ دیلمی کے دور میں ہوئی جس نے حکم دیا ۱۰ محرم الحرام کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے غم میں تمام دوکانیں بند کر دی جائیں خرید و فروخت بالکل موقوف رہے۔

شہر و دیہات کے لوگ ماتمی لباس پہنیں۔ اعلانیہ نوحہ کریں۔ عورتیں بال کھولے ہوئے۔ چہروں کو سیاہ کیئے ہوئے۔ کپڑوں کو پھاڑتے ہوئے سڑکوں اور بازاروں میں مرثیے پڑھتی منہ نوچتی اور چھاتیاں پیٹتی ہوئی نکلیں۔

شیعوں نے بخوشی اس حکم کی تعمیل کی۔ مگر اہلسنّت دم بخود اور خاموش

رہے۔ کیونکہ شیعوں کی حکومت تھی۔ آئندہ سال ۳۵۳ھ میں پھر اس حکم کا اعادہ کیا گیا اور اہلسنّت والجماعت کو بھی اس کی پیروی اور تعمیل کا حکم دیا اہلسنّت والجماعت اس ذلت کو برداشت نہ کر سکے۔ چنانچہ شیعہ سنی فسادات ہوئے اور بہت بڑی خون ریزی ہوئی۔ اس کے بعد شیعوں نے ہر سال اس رسم کو بجالانا ضروری سمجھا اور آج تک اس ماتمی عمل پر جان ودل سے قربان ہیں اور یوں اس مروجہ ماتم حسین رضی اللہ عنہ کی ابتدا ہوئی۔ امام ابن کثیر لکھتے ہیں:

''معزالدولہ (اللہ اس کا ناس کرے) نے اس سال کے دسویں محرم کا حکم دیا کہ بازاروں کو بند رکھا جائے۔ عورتیں ٹاٹ کا ماتمی لباس پہنیں اور اپنے چہرے کھولے ہوئے بال بکھیرے ہوئے اور منہ پیٹتی ہوئی نکلیں اور حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب پر ماتم کریں۔ اہل سنت کے لئے اس کو روکنا ناممکن تھا، کیونکہ شیعیت کی کثرت تھی اور حاکم اِن کے ساتھ تھے۔''

(البدایہ والنہایہ ص ۲۴۳ جلد ۱۱، تحت ۳۵۲ھ)

بہر حال یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ واقعہ کربلا کے تین سو سال بعد ماتم حسین رضی اللہ عنہ کی رسم ایجاد ہوئی۔ جس کی بنیاد کسی قریشی، ہاشمی، علوی، حسنی، حسینی یا کسی عربی النسل نے نہیں بلکہ ایرانی النسل ایک شیعہ حاکم نے محض اپنے سیاسی اغراض ومقاصد کے حصول کے لئے ڈالی۔ خود شیعہ مؤرخین اور مؤلفین نے بھی ماتمِ حسین رضی اللہ عنہ کی ابتداء ۳۵۲ھ سے ہونا ہی بیان کیا ہے نامور شیعہ سکالر جسٹس امیر علی لکھتے ہیں:

''معزالدولہ نے جو شیعہ تھا حادثہ کربلا کی یادگار کے طور پر

دسویں محرم کو ماتم حسین رضی اللہ عنہ کا دن مقرر کیا۔"
(اسپرٹ آف اسلام از جسٹس امیر علی تاریخ عرب از جسٹس امیر علی)

عصر حاضر کا شیعہ مؤرخ شاکر نقوی لکھتا ہے:
"سلطنت بغداد کے ضعف پر دیلمی خاندان بویہ کو عروج ہوا تو ۳۵۲ھ میں معزالدولہ دیلمی کے حکم سے بغداد میں حسین رضی اللہ عنہ مظلوم کا ماتم منایا گیا اور یہ پہلا موقع تھا کہ اس طرح بہ تغیر نوعیت آزادانہ مجلسِ عزا قائم ہوئی یہ رسم بغداد میں کئی برس جاری رہی۔"
(مجاہد اعظم ص۳۳۲، از شاکر حسین نقوی)

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار لکھتے ہیں:
"عاشورہ کے دن شیعہ گھروں میں مکمل سوگ ہوتا ہے اور باہر تعزیہ، علم، اور ذوالجناح کے جلوس نکلتے ہیں، جلوس کے ساتھ سینہ کوبی، نوحہ، اور غم انگیز مظاہرے ہوتے ہیں۔ تاریخ نے سب سے پہلے بڑا جلوس اور سرکاری طور پر منایا جانے والا یومِ غم ۳۵۲ھ میں لکھا ہے:
اس کے بعد اختلاف و اتفاق سے یہ جلوس عام ہو گئے اور پاکستان و ہندوستان کے تمام شہروں میں بھی جہاں عزاداران اہلِ بیت موجود ہیں۔ یہ جلوسوں کا دن ہے۔"
(اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص۶۷۹ جلد ۱۲، پنجاب یونیورسٹی علامہ اقبال کیمپس لاہور)

سیاہ ماتمی لباس کی حقیقت

آیئے اب اُس سیاہ ماتمی لباس کی حقیقت دیکھتے ہیں جس کو شیعہ پہنے محرم الحرام کے دوران گلیوں بازاروں میں عام نظر آتے ہیں اور اس سیاہ ماتمی

لباس کو اجرو ثواب سمجھ کر ہر خاص و عام، ذاکر و مجتہد شیعہ پہنتا ہے۔ جب ہم نے اس سیاہ ماتمی لباس کی حقیقت کو شیعہ کتب کی روشنی میں دیکھا تو یہ فعل نہ محمود ہے اور نہ ہی اس پر کوئی اجرو ثواب بلکہ اس پر شرعی وعید اور تنبیہ موجود ہے۔

محمد بن یعقوب کلینی روایت بایں الفاظ نقل کرتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامَ قَالَ قُلْتُ لَہٗ اُصَلِّیَ فِیْ الْقَلَنْسُوَۃِ السَّوْدَا فَقَالَ لَا تُصَلِّ فِیْھَا فَاِنَّھَا لِبَاسُ اَھْلِ النَّارِ۔

''حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ سیاہ کلاہ پہن کر نماز جائز ہے آپ نے فرمایا اس میں نماز مت پڑھو کیونکہ وہ دوزخیوں کا لباس ہے۔''

(۱) الجامع الکافی ج ۳، حصہ فروع کافی ص ۴۰۳ کتاب الصلوٰۃ باب اللباس الذی تکرہ فیہ الصلوٰۃ مطبوعہ تہران، طبع جدید)

(۲) تہذیب الاحکام جلد دوم ص ۲۱۳ باب فی ما یجوز الصلوٰۃ فیہ من اللباس۔ مطبوعہ تہران، طبع جدید)

اہل تشیع کی دوسری معتبر کتاب میں تصریح موجود ہے:

وَسُئِلَ الصَّادِقُ عَلَیْہِ السَّلَام عَنِ الصَّلَاۃِ فِی الْقَلَنْسُوَۃِ السَّوْدَاءِ فَقَالَ، لَا تُصَلِّ فِیْھَا فَاِنَّھَا لِبَاسُ أَھْلِ النَّارِ۔

''اور امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے سیاہ ٹوپی میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو امام نے فرمایا سیاہ ٹوپی میں نماز نہ پڑھ پس بے شک وہ (سیاہ) لباس جہنمیوں کا ہے۔''

(من لا یحضرہ الفقیہ شیخ صدوق قمی جلد ا، ص ۱۶۲، مجموعی روایت ۷۶۵، باب کی روایت ۱۶، الناشر دار الکتب السلامیہ تہران، الطبعۃ الخامسۃ)

ایک اور روایت میں موجود ہے:

وَقَالَ أَمِیرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَام فِیْمَا عَلَّمَ اَصْحَابَہٗ لَا

تَلْبِسُوْا السَّوَادَ فَاِنَّہٗ لِبَاسُ فِرْعَوْنَ۔

''اور حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو سکھایا کہ سیاہ لباس مت پہنو بے شک (کالا لباس) فرعون کا لباس ہے۔''

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، جلد ا، ص ۱۶۳، مجموعی روایت ۷۶۶ باب کی روایت ۱۷)

(۲) علل الشرائع باب ۵۶ ص ۳۴۷، العلۃ التی من اجلہا لاتجوز الصلوٰۃ فی سواد)

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ سیاہ لباس پہننا دشمن خدا (فرعون) کا شیوہ ہے اور یہ لباس دوزخیوں کو پہنایا جائے گا۔ ایماندار کو اس کا پہننا جائز نہیں اور اس کو موجبِ ثواب کہنا ایک ناجائز چیز کو جائز قرار دینا ہے۔ جو کہ مومن کی شان سے بعید اور یہود کا شیوہ ہے۔

نوحہ

اونچی آواز سے مصیبت پر رونا اور خلاف شرع امور اختیار کرنا نوحہ ہے۔ اس کی احادیث مبارکہ میں سخت ممانعت آئی ہے ابو داؤد شریف میں فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیْ رضی اللہ عنہ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلنَّائِحَۃَ وَالْمُسْتَمِعَۃَ۔

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی (دونوں پر) لعنت کی ہے۔''

(سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی النوح جلد دوم ص ۹۰)

صحیح مسلم شریف میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے:

قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلنَّائِحَۃُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِہَا تُقَامُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَعَلَیْہَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانَ وَّدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ۔

''فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والی اگر بے توبہ مر جائے گی تو قیامت کے دن ایسا لباس پہنے اٹھے گی جو ذرا سی آگ سے جل اٹھے گا اور پہننے والی کو جلا دے گا۔''
(صحیح مسلم شریف جلد اول، کتاب الجنائز ص ۳۰۳ فصل فی الوعید للنائحۃ اذا لم تتب)

کنز العمال میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ لَمَّا جَآءَ نَعْيُ جَعْفَرُ بْنُ اَبِی طَالِبْ وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِيْ وَجْهِهِ الْحُزْنُ وَاَنَا اَطَّلِعُ مِنْ شِقِّ الْبَابِ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ النِّسَاءَ جَعْفَرَ فَذَكَرَ مِنْ بُكَائِهِنَّ قَالَ فَارْجِعْ اِلَيْهِنَّ فَاَسْكِتْهُنَّ فَاِنْ اَبَيْنَ فَاَحْثُ فِيْ وُجُوْهِهِنَّ التُّرَابَ۔

''ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب مدینہ طیبہ میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہوئے آپ ﷺ کی ذات سے آثار غم ظاہر ہو رہے تھے اور میں دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی کہ ایک آدمی نے آکر کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر والے رو رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ واپس جا اور اُن کو خاموش کرا اور اگر وہ نہ مانیں تو اُن کے مونہوں میں مٹی ڈال۔''

(کنز العمال ص ۷۳۲، ج ۱۵، حدیث نمبر ۴۲۹۱۲)

اہل تشیع کی معتبر کتاب جلاء العیون میں ہے۔ جب آپ ﷺ نے آخری وصیت اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمائی تو اس میں یہ الفاظ بھی تھے:

پس شما فوج فوج بایں خانه در آئید و برمن صلوات فرستید و سلام کنید مرا آزار مکنید بگریه و فریاد و ناله۔

"پس تم لوگ فوج فوج اس گھر میں آنا اور مجھ پر صلوٰۃ بھیجنا اور سلام کہنا اور مجھ کو نالہ وفریاد وگریہ وزاری سے تکلیف نہ دینا۔"

(جلاء العیون از باقر مجلسی ص ۷۵ بعنوان وفات رسول خدا ﷺ انتشارات علمیہ اسلامیہ ایران)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی شہادت کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

وَقَالَ ﷺ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ حِيْنَ قُتِلَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ لَا تَدْعِيْ بِوَيْلٍ وَلَا ثُكْلٍ وَلَا حَزَنٍ وَلَا حَرَبٍ وَمَا قُلْتِ فِيْهِ فَقَدْ صَدَقْتِ۔

"جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کسی کی موت پر اور جنگ میں کسی کے شہید ہونے پر غم میں واویلا نہ کرنا اور نہ رونا پیٹنا۔ میں نے جو تجھے کہا سچ کہا ہے۔"

(من لا یحضرہ الفقیہ، جلد اول ص ۱۱۲، باب فی التعزیۃ والجزع عند المصیبۃ، مجموعی روایت نمبر ۵۲۱، باب کی روایت نمبر ۲۰ الناشر دار الکتب الاسلامیہ تہران، الطبعۃ الخامسۃ)

آنحضرت ﷺ فرمود زنے را دیدم برصورت سگے و آتش در دبرش داخل میکردند واز دهانش بیرون مے آید و ملائکه سر وبدنش را بگرز هائے آهن زدند

فاطمه صلوٰة الله علیها گفت اے پدر بزرگوار من مرا خبرده که عمل و سیرت ایشاں که حق تعالیٰ ایں نوع عذاب بر ایشاں مسلط گرداند چه بود حضرت گفت که آں زنے که بصورتِ سگ بود و آتش در دبرش مے کردند او خواننده و نوحه کننده وحسود بود۔

''آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایک عورت میں نے کتے کی شکل پر دیکھی۔ آگ اس کی دبر میں داخل کر کے منہ کی طرف سے ملائکہ نکالتے تھے اور لوہے کے گرزوں سے اس کے سر اور بدن کو مارتے تھے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا میرے پدر بزرگوار! مجھے بتلایئے کہ ان عورتوں کا دنیا میں کیا عمل اور عادت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس قسم کا عذاب مسلط کر دیا ہے حضرت ﷺ نے جواب دیا کہ وہ عورت جو کتے کی شکل میں تھی اور فرشتے اس کی دبر میں آگ جھونک رہے تھے وہ مرثیہ خواں، نوحہ کرنے والی اور حسد کرنے والی تھی۔''

(۱) حیات القلوب، جلد دوم ص ۵۴۳، باب بست و چہارم در معراج آنحضرت ﷺ، مطبوعہ نولکشور۔
(۲) انوار النعمانیہ، جلد اول، ص ۲۱۶، فی ذکر نور ملکوتی، مطبوعہ تبریز، طبع جدید)

اب نوحہ کرنے والیوں کو بزبانِ رسول اللہ ﷺ معلوم ہو چکا کہ اسلام میں نوحہ کرنے کی کتنی سخت ممانعت ہے اور کتنی سخت سزا ہے۔

خلاصہ کلام

قرآن مجید، احادیث مبارکہ، اور ائمہ کے اقوال سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا جو شخص جانی و مالی مصیبت پر صبر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتا ہے۔

اس کی تقدیر پر جان و دل سے راضی ہوتا ہے اور زبان پر سوائے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کے اور کچھ نہیں لاتا۔ وہ یقینی طور پر اپنے اللہ کریم کی تقدیر پر راضی ہوا اور اپنے صبر و استقلال کا ثبوت دیا اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ کے تحت اللہ کی تائید و حمایت اس کو حاصل ہے۔

لیکن اس کے برعکس بے صبری کرنا، نوحہ کرنا، پیٹنا، چلاّنا، کپڑوں کا پھاڑنا، ماتم کرنا، ماتمی محفلیں منعقد کرنا، زنجیر زنی کرنا اور بے پردہ نامحرم عورتوں کے ساتھ ماتمی سیاہ لباس پہن کر ماتمی جلوس اور مجالس عزا کا انعقاد کرنا، قرآن مجید احادیث مبارکہ اور ائمہ مجتہدین کے اقوال کے خلاف ہے۔

اور شیعہ ذاکرو مجتہدین کا اپنی کتابوں سے اپنے ائمہ کے اقوال و ارشادات کا چھپانا اور عوام الناس کو اس سے آگاہ نہ کرنا شاید کتمان حق کا ثواب لینے کے لئے ہے اور ان ماتمی جلوسوں اور مجالس عزا کو باعث اجر و ثواب اور مذہب اہل بیت رضی اللہ عنہم قرار دینا، خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام اور بہتان ہے، بلکہ دین محمدی کے مقابلہ میں ایک نیا دین گھڑنے کے مترادف ہے جو کہ طریقۂ یہود ہے۔

اگر شیعہ ذاکروں مجتہدین کے نزدیک اس کی واقعی حیثیت ہے جس کی وجہ سے محرم الحرام میں چوکوں، چوراہوں، گلیوں، بازاروں سیاہ ماتمی لباس پہن کر جلوس اور مجالس منعقد کرتے ہو تو یہ تو بتاؤ:

(۱) جو لوگ جزع فزع کرتے ہیں آپ کے نزدیک صابرین کے گروہ میں داخل ہوں گے یا نہیں؟ اگر داخل ہیں تو دلائل سے واضح کیجئے نیز

وَالصَّبْرُ ضِدُّہُ الْجَزْعُ۔ (قاموس الاضداد، ص ۱۸۱)

اَلْجَزْعُ نَقِیْضُ الصَّبْرِ۔ (لسان العرب ج۸، ص ۴۷)

کا کیا جواب ہے؟ جبکہ صاحب کتاب نے صبر کو جزع و فزع کی ضد قرار دیا ہے۔

(۲) اور اگر داخل نہیں تو بے صبر گروہ کی سزا کے متعلق تشریح فرمایئے۔

(۳) اگر آپ جزع وفزع کے قائل ہیں تو یقیناً یہ صبر کے خلاف ہے۔ پس قرآن مجید کی اس آیت کا جواب عنایت فرمایئے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ جبکہ اللہ تعالیٰ کی تائید وحمایت تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(۴) کیا جزع وفزع کرنے والے تارکین صبر آیت ذیل میں درج شدہ بشارت سے محروم نہیں۔

وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

''اور خوشخبری دیجئے ان صبر کرنے والوں کو جب ان کو مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔

(۵) قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا!

وَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ۔

(الاحقاف ۳۵، پارہ نمبر ۲۶)

''صبر کیجئے جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا''

کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تمام پیغمبروں کا دستور العمل صبر ہے اور جو لوگ جزع وفزع کرتے ہیں وہ پیغمبروں کے دستور کے خلاف کرتے ہیں؟

(۶) اصول کافی میں ہے:

اَلصَّبْرُ مِنَ الْاِيْمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ فَاِذَا ذَهَبَ الرَّأْسُ ذَهَبَ الْجَسَدُ كَذٰلِكَ اِذَا ذَهَبَ الصَّبْرُ ذَهَبَ الْاِيْمَانُ۔

''صبر ایمان میں بمنزلہ سر کے ہے جسم سے جب سر چلا جاتا ہے تو جسم نہیں رہتا، اسی طرح جب صبر چلا گیا تو ایمان نہیں رہتا۔''

اصول الکافی ص ۸۷، ج ۲، کتاب الایمان والکفر باب الصبر ، مطبوعہ ایران طبع جدید)

براہ کرم اس کا جواب مرحمت فرمائیں۔

(۷) ترکِ صبر ترک ایمان کو مستلزم ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو دعویٰ سلامتی ایمان کیسا؟ اور اگر نہیں تو اصولِ کافی کی مندرجہ بالا روایت کا مطلب کیا ہے؟

اصول کافی میں ہے:

فَمَنْ صَبَرَ عَلَى الْمُصِيْبَةِ اٰتَاهُ اللّٰهُ ثَلٰثَ مِائَةِ دَرَجَةٍ مَّابَيْنَ الدَّرَجَةَ اِلَى الدَّرَجَةِ مَابَيْنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ۔

''بس جس نے مصیبت پر صبر کیا خدا کے ہاں اس کے لئے تین سو درجے ہوں گے دو درجوں کے درمیان اتنی مسافت (فاصلہ) ہوگی جتنی آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔''

(اصول کافی ج ۲، ص ۹۱، کتاب الایمان والکفر باب الصبر ، مطبوعہ تہران طبع جدید)

اگر آپ جزع وفزع کے قائل ہیں جو یقیناً یہ صبر کے خلاف ہے کیا آپ کے نزدیک جزع وفزع کرنے والے اس بشارت سے محروم نہیں؟

(۹) کیا موجودہ عزاداری حضور ﷺ اور ائمہ اثناعشر کے اقوال یا عمل سے ثابت ہے؟ یعنی کیا حضور ﷺ نے سابقہ انبیاء علیہم السلام کے سوگ میں یا دو امہات المومنین (خدیجہ رضی اللہ عنہا اور زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا) تین بیٹیاں (حضرت زینب رضی اللہ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا) تین بیٹے (قاسم رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ، ابراہیم رضی اللہ عنہ) اور کئی رفقا کا آپ ﷺ کے سامنے انتقال ہوا، کسی کے سوگ میں آپ ﷺ نے موجودہ طرز پر عزاداری کا عمل فرمایا؟ اگر ایسا کیا تو دلائل سے ثابت کریں۔

(۱۰) حضور اکرم ﷺ نے بوقت وفات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو (الجامع الکافی ج ۵ حصہ فروع کافی، کتاب النکاح ص ۵۲۷ باب صفۃ مبایعۃ النبی ﷺ روایت ۴ مطبوعہ تہران۔ طبع جدید) اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بوقت شہادت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو

(جلاء العیون ص ۳۸۷ فارسی از باقر مجلسی، عنوان "قضایائی کربلا" انتشارات علمیہ اسلامیہ تہران) صبر کی تلقین کی اور جزع وفزع سے منع کیا۔ اسی طرح سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر فرمایا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نے رونے پیٹنے سے منع نہ کیا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں آنکھوں کا پانی بھی خشک کر دیتے۔

(نہج البلاغہ، ص ۶۵۷، خطبہ نمبر ۲۲۶، بعنوان فراق رسول صلی اللہ علیہ وسلم عربی اردو ایڈیشن طبع نومبر ۱۹۸۱ خطبہ شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز لاہور۔کراچی)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اتنی بڑی مصیبت اور دکھ کے وقت بھی صبر کے دامن کو نہ چھوڑا مگر تمہارا عمل ان عظیم ہستیوں کے احکام واعمال کے خلاف کن دلائل پر مبنی ہے؟

تعزیہ:

شیعہ تعزیہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ کی نقل کو کہتے ہیں، جو کہ بانس اور کاغذ وغیرہ سے بنا سجا کر شیعہ سینہ کوبی۔ زنجیر زنی، اور ماتمی مرثیوں اور ماتمی لباس پہنے نوحہ کرتے ہوئے ہر سال محرم الحرام میں نکالتے ہیں اور پھر کوچہ بکوچہ اظہار غم کے لئے اس کو لئے پھرتے ہیں اور نامحرم بے پردہ عورتوں کے ہمراہ چوکوں، چوراہوں اور گلیوں بازاروں میں ماتم اور زنجیر زنی کر کے ایک طوفان بدتمیزی پیدا کرتے ہیں۔

تعزیہ کا ثبوت:

تعزیہ ومرثیہ خوانی شیعوں میں بڑی شدومد کے ساتھ رائج ہے، اور شیعہ اس کو جزوِ ایمان اور ذریعۂ نجات خیال کرتے ہیں شیعہ اپنی نجات اخروی کے لئے یہ کافی سمجھتے ہیں کہ سال میں ایک مرتبہ غمِ حسین رضی اللہ عنہ میں سینہ کوبی (ماتم) کر لیں۔ تعزیہ نکال لیں اور مرثیہ خوانی کر لیں سیدھے جنت میں چلے جائیں گے اور کسی سے نماز، روزہ، وغیرہ کی کوئی پوچھ نہیں ہوگی اور یوں شیعوں کا یہ مسئلہ عیسائیوں کے مسئلہ

صلیب سے کم نہیں ہے۔ عیسائیوں کا اعتقاد ہے کہ مسیح ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو چکے اسی طرح شیعہ کہتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کا کفارہ شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ ہے۔

مسئلہ ماتم اور نوحہ کی طرح ہم نے تعزیہ کو بھی قرآن وسنت میں تلاش کیا تو کہیں نہ پایا، اس کے بعد ہم نے تاریخ کا مطالعہ کیا تو دو جگہ ملا جہاں شیعت نے اپنی روایتی جعلسازی اور دھوکہ دہی سے اپنے ہمراہیوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

پہلا دھوکہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرسی

مختار ثقفی حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کا ہرگز محبّ نہیں تھا، بلکہ مختار نے حکومت اور اقتدار کے لالچ میں عبداللہ بن سبا یہودی کے فتنہ خفتہ کو خوب عروج دیا۔

مختار نے نہایت چالاکی سے کوفیوں کو اپنی کرامتوں اور خوارق عادت کرشموں کا یقین دلایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ میں قیام پذیر تھے تو اُن کی ایک کرسی تھی۔ جس پر وہ اکثر بیٹھتے تھے، وہ کرسی اُن کے بھانجے جعدہ بن ام ہانی کے قبضے میں تھی، مختار نے ان سے وہ کرسی طلب کی انہوں نے وہ کرسی تو نہ دی مگر دوسری کرسی پیش کر دی۔ مختار نے اس کرسی کو سامنے رکھ کر دو رکعت نماز پڑھی، پھر بوسہ دیا اور تمام مریدوں کو جمع کر کے کہا جس طرح اللہ تعالیٰ نے تابوت سکینہ کو بنی اسرائیل کے لئے موجبِ نصرت و برکت بنایا تھا۔ اسی طرح اس کرسی کو شیعوں کے لئے نشانی قرار دیا ہے۔ لوگوں نے اِس کرسی کے آگے سجدے کئے اور بوسے دیئے مختار نے ایک نہایت مرصع تابوت بنوایا۔ اس کے اندر کرسی رکھی گئی۔ تابوت میں چاندی کا تالا لگایا جامع مسجد کوفہ میں تابوت رکھ کر اس کی حفاظت کے لئے ایک فوجی دستہ متعین کر دیا، اور جو شخص جامع مسجد کوفہ میں نماز پڑھتا۔ اسے نماز کے بعد تابوت کو ضرور بوسہ دینا پڑتا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں:

''جب اس دشمنِ اہل بیت رضی اللہ عنہم نے کوفہ پر اپنا پورا تسلط جما لیا تو علی الاعلان کوفہ میں رسمِ ماتم کو جاری کیا اور بنامِ تابوتِ سکینہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرسی نکالی، اور بڑے دھوم دھام سے اس کی پرستش کی۔ حالانکہ یہ کرسی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نہ تھی۔ بلکہ کسی دکاندار اور روغن فروش کی تھی۔ جسے طفیل بن جعد نے چُرا کر مختار ثقفی کو اس کام کے لئے دیا تھا۔''

(ہدیہ مجیدیہ ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ، ص۴۵، باب اول در حدوث مذہبِ شیعہ، ناشر نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی)

علامہ شہرستانی الملل والنحل میں لکھتے ہیں:

''وہ کرسی پرانی تھی۔ مختار ثقفی نے اس پر ریشمی غلاف چڑھا کر اسے خوب آراستہ کر کے یہ ظاہر کیا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے توشہ خانہ میں سے ہے۔ جب کسی دشمن سے جنگ کرتا تو اس کو صف اول میں رکھ کر اہلِ لشکر سے کہا کرتا۔ بڑھو قتل کرو فتح و نصرت تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تمہارے درمیان یہ تابوت سکینہ مانند تابوت بنی اسرائیل ہے۔ اس میں سکینہ ہے اور فرشتے تمہاری امداد اور اعانت کے لئے نازل ہوتے ہیں۔''

(الملل والنحل ص۸۴)

یہ پہلا موقع تھا کہ کسی چیز کی نقل تیار کر کے اس کو آراستہ پیراستہ کر کے باہر لایا گیا اور اس کو اصل ظاہر کیا گیا اور اس کو موجبِ اجر و ثواب اور نجاتِ اخروی کا ذریعہ سمجھا گیا۔ اس کے ذریعے مختار ثقفی نے لوگوں کی ہمدردی حاصل کر کے

کوفہ کے اقتدار پر اپنا قبضہ مستحکم کرنے کی کوشش کی، لیکن آجکل کے شیعوں میں جلوسوں اور مجالس عزا کے دوران یہ کرسی نکالنے کا رواج نہیں ہے۔ مختار کے بعد شیعوں میں یہ طریقہ رواج نہیں پا سکا۔

مروّجہ تعزیہ کی ابتداء

جس طرح مختار ثقفی نے اپنے اقتدار کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لئے کرسی علی رضی اللہ عنہ کا سہارا لیا اور کرسی علی رضی اللہ عنہ سے خیر و برکت حاصل کرنے اور اس کے سامنے نماز پڑھنے کا طریقہ ایجاد کیا تھا۔ بالکل اسی طرز پر اس کے سات سالوں بعد اس مروجہ تعزیہ کی ابتداء بھی مشہور رافضی حکمران تیمور لنگ کے دور میں ہوئی۔

تیمور متعصب رافضی، انتہائی سفاک، ظالم، اور درندہ صفت شخص تھا۔ اُس نے بے دریغ مسلمانوں کا قتل عام کیا اور تیمور کی تمام ترک و تاز اور فتح مندیاں مسلمان سلاطین کو زیر کرنے اور مسلمانوں کے شہروں میں قتل عام کرنے اور رافضیت کو پھیلانے تک محدود رہیں تیمور لنگ نے ایک معرکہ بھی کافروں سے نہیں لڑا۔

بلکہ آج اگر یورپ میں عیسائیت ہے تو یہ بھی تیمور لنگ رافضی کی مرہون منت ہے۔ چونکہ تیمور لنگ نے اپنی سبائی جبلت کی تسکین اور اسلام دشمنی میں قیصر روم سے ساز باز کر کے انگورہ کے میدان میں فاتح یورپ بایزید یلدرم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جنگ لڑی جس میں بایزید شکست کھا کر گرفتار ہو گئے اور یوں یورپ میں عیسائیت کو سکھ کا سانس نصیب ہوا اور یورپ تیمور لنگ شیعہ کی وجہ سے اسلام کی کرنوں سے منور نہ ہو سکا۔

اس تیمور کی بیگمات، وزراء اور اہل لشکر کثیر تعداد میں شیعہ تھے اور ہندوستان میں قیام سلطنت اور جنگ کے انتظامات کی وجہ سے ہر سال کربلا نہیں جا

سکتے تھے۔ جس کی وجہ سے تیمور کے لشکر میں ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ جب اس تکلیف وشکایات کی اطلاع تیمور کو ہوئی تو تیمور لنگ نے کربلا سے روضۂ حسین رضی اللہ عنہ کی نقل حاصل کی اور اُس کو یہاں منگوایا۔ جس کی شیعہ خاص و عام وزراء اراکین سلطنت اور بیگمات زیارت کرتے اور ثواب حاصل کرتے اور اس روضۂ حسین رضی اللہ عنہ کی شبیہہ پر اصل کے احکامات جاری کرتے چنانچہ پھر یہی ہوا کہ اس شبیہہ کی نقلیں ادھر ہی تیار ہونے لگیں اور بعد میں اس نے مزید ترقی کر لی اب اس تعزیہ کے ساتھ ذوالجناح نکالا جاتا ہے جس پر سفید خون آلود چادر ڈال کر خونی منظر پیش کیا جاتا ہے۔ خاص نمونہ کا علم اور سیاہ ماتمی لباس پہنے شیعہ ہاتھوں اور زنجیروں سے ماتم کرتے دیکھائی دیتے ہیں۔

شیعہ کتب کی شہادت

مروجہ تعزیہ کا بانی تیمور لنگ رافضی تھا۔ شیعہ عالم غلام احمد کاکوروی لکھتا ہے:

''سب سے پہلا تعزیہ امیر تیمور نے رکھا تھا اور اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ تیمور کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بے حد عقیدت تھی۔ وہ ہر سال کربلا معلّٰی روضۂ اطہر کی زیارت کو جاتا تھا۔ ایک سال جنگ وجدال میں وہ اس قدر مصروف رہا کہ زیارت کو نہ جاسکا۔ چنانچہ اُس نے روضۂ اقدس کی شبیہہ منگوا کر اِس کو تعزیہ کی صورت میں بنوالیا اور اس کی زیارت سے تسکین حاصل کی۔''

(ماہنامہ المعرفت حیدر آباد بابت محرم ۱۳۸۹ھ)

شیعہ کی دوسری معتبر کتاب میں لکھا ہے:

''تعزیہ کی عہدِ تیمور میں ابتداء اس طرح ہوئی کہ بعض وزراء

وبیگمات اور اہلِ لشکر شیعہ تھے ہندوستان میں قیامِ سلطنت اور جنگ کے انتظامی معاملات کے باعث وہ ہر سال کربلا نہیں جا سکتے تھے۔ جس کی اُن کو از حد تکلیف و شکایت تھی۔ جب بادشاہ (تیمور لنگ) کو اِس کی خبر ہوئی تو اُس نے کربلا سے روضہ حسین رضی اللہ عنہ کی نقل حاصل کی یہاں کے شیعہ اس نقل کے ذریعے زیارت کا ثواب حاصل کرتے چنانچہ یہی ہوا کربلا معلی کی بجائے اِس کی نقل کی زیارت ہونے لگی۔ جس نے کم وبیش جلد یہ صورت اختیار کر لی جواب مروج ہے۔

(تلخیص مرقع کربلا شیعی، ص ۸۳)

علامہ علی نقی النقوی لکھنوَ لکھتے ہیں:

''پہلا تعزیہ سب سے پہلے تیمور بادشاہ نے بنایا.......... بہر حال اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اِس کا سبب یہی ہو سکتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے روضہ کی زیارت کو ہر سال جانا نہایت دشوار تھا۔ اس لئے اشتیاقِ زیارت کی پیاس بجھانے کے لئے تعزیہ بنایا تاکہ بجائے روضہَ اطہر کی شبیہہ کی زیارت کر لیا کریں۔''

ان شیعہ کتب کی عبارات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تعزیہ کا قرآن مجید، احادیث مبارکہ اور اسلامی تعلیمات میں کسی جگہ بھی ذکر نہیں اور نہ ہی اس کا ثبوت ہے، بلکہ اس مروجہ تعزیہ کا آغاز سفاک رافضی حکمران تیمور لنگ نے کیا۔

اور مذکورہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اگر آپ کسی اصلی چیز تک نہ جا سکتے ہوں تو اِس کی شبیہہ خود ذہن سے تراش کر بنا لیں تو اس کی پوجا سے بھی

ثواب حاصل ہو جاتا ہے اس وجہ سے اہلِ ہنود (ہندو) تو پہلیچق بجانب ہوں گے کہ ہم خدا تک قطعاً نہیں پہنچ سکتے لہٰذا یہ بُت خدا کی مثال وشبیہہ ہیں۔ ہم ان کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ اِس لئے ہمارا ایسا کرنا شرک وکفر نہیں۔

اور اس کے ساتھ ساتھ شیعوں پر فرض ہے کہ اب یہاں کعبہ بنا کر یہاں حج کروایا کریں تا کہ ان کی اصلیت ظاہر ہو اور جو ماتمی رافضی آج قرآن مجید سے اس کا ثبوت فراہم کرنے کی کوشش کر کے اپنے نامۂ اعمال سیاہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ حرام کو حلال کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ شیعہ اِن احبار ورہبان کو مان کر رب کا درجہ دیئے ہوئے ہیں۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشادگرامی اور تعزیہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشادگرامی شیعہ کی معتبر کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں لکھا ہے:

وَقَالَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ جَدَّدَ قَبْرًا أَوْمَثَّلَ مِثَالًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْإِسْلَامِ۔

"یعنی جس نے قبر کو پھر بنایا، یا اس کی مثال اور شبیہہ بنائی وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔"

(من لا یحضرہ الفقیہ از شیخ صدوق قمی، ج۱، ص۱۲۰، باب فی النوادر، روایت نمبر۲۱، مجموعی روایت ۵۷۹، الناشر دار الکتب الاسلامیہ تہران، بازار سلطانی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قبر کی شبیہہ بنانے والے کو خارج از اسلام قرار دیا ہے لیکن یہ تعزیہ پرست شیعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے روضۂ اطہر کی صرف شبیہہ ہی نہیں بناتے بلکہ اس پر اصل کے احکامات جاری کرتے ہیں اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

کے روضہ کی نقل اور کاغذ، بانس کی بنی اس مصنوعی قبر کو انوار الٰہی کی جگہ سمجھتے اور انتہائی تعظیم کرتے ہیں، بلکہ اس کو چومتے اور سجدے کرتے ہیں اور جو اس کی تعظیم نہ کرے اس سے لڑتے پھرتے ہیں اور اس مصنوعی تعزیہ داری کے شوق میں کفر و شرک کا سودا کئے بیٹھے ہیں۔

سوال ان تعزیہ پرست شیعوں سے اور ان کے مجتہدوں سے ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور سیدنا زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ واقعہ کربلا کے چھبیس ۲۶ برس بعد تک دنیا میں رونق افروز رہے۔ کیا انہوں نے مروجہ عزاداری منائی؟ کیا انہوں نے تعزیہ بنایا؟ نہیں اور یقیناً نہیں، تو اے تعزیہ پرست ماتمی شیعو! تم کھل کر کہو ہم مختار ثقفی معز الدولہ اور تیمور لنگ کو اپنا امام مانتے ہیں ہمارا خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اور ذرا تم اپنے اس عمل کی تو وضاحت کرو کہ تم سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا تعزیہ بناتے ہو، باقی ائمہ کا نہیں بناتے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

مروّجہ مراسم عزاداری کے تارکین کے متعلق تمہارا کیا فتویٰ ہے؟

اور مراسم عزاداری کے درجے کی تو تصریح کرو کہ یہ فرض یا واجب ہے؟

ذوالجناح

محرم الحرام کے ایام میں ذوالجناح (گھوڑے) پر سامانِ جنگ سجا کر اور ایک خون آلود چادر ڈال کر خونی منظر پیش کیا جاتا ہے اور اس گھوڑے کو چوکوں چوراہوں، گلیوں، بازاروں میں لے کر گھومتے ہیں، اور یہ تأثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا گھوڑا ہے۔ جو ابھی اپنے سوار کو گرا کر نکلا ہے۔

اور اس گھوڑے (ذوالجناح) کے ساتھ ساتھ شیعہ عوام، ذاکر و مجتہد، چھوٹے بڑے، مرد و زن چھاتیاں کوٹتے، سینہ پیٹتے، نوحہ کرتے، زنجیر زنی کرتے اور سر میں خاک ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ اس گھوڑے کے نام کے جانور ذبح ہوتے ہیں، اس سے خیر و برکت حاصل کرتے ہیں شیعہ اپنے بچوں کو اس کے نیچے سے گزارتے ہیں۔ یہ ذوالجناح (گھوڑا) تعزیہ پرست شیعوں نے شوقیہ ایجاد کیا ہے۔ آیئے تاریخی حقائق کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ اس ذوالجناح کی کیا حقیقت ہے۔ کیا سفرِ کربلا اور قیامِ کربلا کے دوران کبھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی سواری گھوڑا رہی؟ یا اس دوران کہیں گھوڑے کا ذکر بھی ہے؟ یا ذوالجناح نامی گھوڑا کیا کربلا میں موجود تھا؟ یا تعزیہ پرست ماتمی شیعہ ذاکر و مجتہد صرف فرضی کہانیاں اور من گھڑت واقعات ہی سنا کر اپنی ماتمی عوام کو خوش کر کے اُن سے مال بٹور کر اپنا پیٹ بھر رہے ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے سفر کا آغاز اونٹنی پر فرمایا

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جب مکہ سے کربلا کی طرف اپنے سفر کا آغاز کیا تو اُس وقت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی سواری اونٹ تھا۔ مشہور رافضی مؤرخ لوط بن یحییٰ ابو مخنف لکھتا ہے:

> ''پھر جب امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے ان کے بھائی محمد رحمۃ اللہ علیہ بن حنفیہ نے سنا کہ آپ عراق جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو وہ بہت روئے پھر کہا بھائی جان اہل کوفہ (شیعہ) نے آپ کے والد رضی اللہ عنہ اور بھائی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو بے وفائی اور غداری کی آپ رضی اللہ عنہ اسے بخوبی جانتے ہیں۔''
>
> اگر میری مانیں تو مکہ میں ٹھہرے رہیں امام حسین رضی اللہ عنہ نے

جواب دیا بھائی مجھے خطرہ ہے۔ بنو اُمیہ کے لشکری مکہ میں ہی
مجھ سے لڑنا شروع نہ کر دیں تو پھر میں بھی ایسے لوگوں میں
سے ہو جاؤں گا جن کا خون اللہ کے حرم میں مباح ہو جائے۔
پھر ابن حنفیہ نے کہا آپ یمن تشریف لے جائیں وہاں آپ
بالکل امن میں رہیں گے۔ امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں کسی
چٹان کے اندر بھی ہوا تو بھی وہ لوگ مجھے وہاں سے نکال کر
شہید کر دیں گے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اچھا میں تمہاری پیش
کش پر غور کروں گا جب سحری کا وقت آپ رضی اللہ عنہ نے عراق کی
طرف سفر کا عزم فرمایا تو جناب محمد رحمۃ اللہ علیہ بن حنفیہ نے آپ کی
اونٹنی کی نکیل پکڑی اور کہا بھائی جان آپ کے جلدی کرنے کی
وجہ کیا ہے؟ فرمایا تمہارے جانے کے بعد نیند کی حالت میں
نانا (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے۔ میری آنکھوں کے
درمیان بوسہ دیا اور مجھے سینہ سے لگا کر فرمانے لگے، بیٹا
حسین رضی اللہ عنہ اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! عراق کی طرف سفر
پر نکل پڑو اللہ کا ارادہ ہے کہ وہ آپ کو شہید دیکھنا چاہتا ہے۔

(مقتل ابی مخنف بحوالہ ذبح عظیم از اولاد حیدر مطبوعہ منیجر کتب خانہ اثنا عشری لاہور، بعنوان مکہ معظمہ سے امام حسین رضی اللہ عنہ کی روانگی)

اہل تشیع کی ایک اور معتبر کتاب بحار الانوار میں شیعوں کا خاتم المحدثین ملّا باقر مجلسی لکھتا ہے:

”پھر جب سفر کا وقت آیا تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوچ کا ارادہ
فرمایا، اور یہ خبر ابن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو اُن کے پاس آئے

اور اونٹنی کی مہار پکڑی جبکہ امام حسین رضی اللہ عنہ اس پر سوار ہو چکے تھے، ابن حنفیہ کہنے لگے۔ بھائی جان! کیا آپ نے میرے سوال پر غور فرمانے کا وعدہ نہ کیا تھا۔"

بحار الانوار از ملا باقر مجلسی، ص ۳۶۴، ج ۴۴، تاریخ حسینؓ بن علیؓ)

ہم نے یہ دونوں عبارات شیعہ کی معتبر کتب مقتل ابی مخنف اور بحار الانوار سے نقل کی ہیں۔ اس میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے کربلا (عراق) کی طرف روانہ ہو رہے ہیں تو اس وقت آپ کے بھائی محمد رحمۃ اللہ علیہ بن حنفیہ نے آپ کو روکنا چاہا تو ان کا عمل ہمارے سامنے ہے۔ فَاَخَذَ مُحَمَّدُ بْنِ حَنَفِيَّةَ اِمَامَ النَّاقَةَ ۔

"محمد بن حنیفہ نے امام کی اونٹنی کی مہار پکڑی" جس کا واضح مطلب ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے سفر کا آغاز کیا تو اونٹنی پر کیا"

کوفہ (کربلا) کے راستہ میں فرزدق سے ملاقات

جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے کوفہ کی طرف سفر کر رہے تھے تو راستے میں آپ رضی اللہ عنہ کی ملاقات مشہور شاعر فرزدق سے ہوئی۔

مؤرخ طبری لکھتے ہیں:

"فرزدق کو امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے پیچھے لوگوں کی بات بتاؤ، تو اس نے کہا آپ نے واقعی صحیح جاننے والے سے پوچھا ہے لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں، اور ان کی تلواریں بنوامیہ کے ساتھ ہیں، قضا آسمان سے اترتی ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ پس امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے سچ کہا تمام کام اللہ کو ہی زیب دیتے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، ہمارا رب ہر دن نئی شان سے ظاہر ہوتا ہے، وہ جو پسند

کرتا ہے ویسی ہی قضا اتارتا ہے۔"

ہم اس کی نعمتوں کا شکر بجالاتے ہیں اور ادائے شکر پر اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

اگر اس کی قضا لوگوں پر اترتی ہے تو جس کی نیت صحیح ہوتی ہے وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کی قوت باطنی مضبوط ہوتی ہے یہ کہا۔ پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی اونٹنی کو حرکت دی السلام علیکم کہا اور چل دیئے۔"

(تاریخ امم والملوک للطبری ج ۶ ص ۲۱۸ تحت ۶۰ ھ)

شیعہ کی معتبر کتاب بحار الانوار میں ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

"امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے سچی بات کہی تمام معاملات پچھلے اور بعد کے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں ان کی ہر دن نئی شان ہوتی ہے۔ اگر اس نے قضا کو اس طرح نازل کیا جس طرح ہم چاہتے ہیں تو ہم اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کریں گے۔ وہی ذات ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ شکر کے ادا کرنے پر قضا نے ہماری امیدوں کی مخالفت کی تو نہیں پرواہ کرتا وہ آدمی جس کی نیت سچی اور دل متقی ہو۔ فرزدق نے کہا ہاں یہ بات سچی ہے۔ خدا آپ رضی اللہ عنہ کو وہ عطا کرے جس کو آپ رضی اللہ عنہ چاہتے ہیں اور اس سے بچائے جس سے آپ رضی اللہ عنہ ڈرتے ہیں۔ فرزدق کہتا ہے کہ میں نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے چند چیزوں کے بارے میں یعنی نذر اور مناسک حج کے بارے میں سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے ان کی خبر دی۔ اس کے بعد

وَ حَرَّكَ رَاحِلَتَهُ وَ قَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ ثُمَّ افْتَرَقْنَا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی اونٹنی کو حرکت دی اور فرمایا السلام علیکم! اس کے بعد ہم ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔''

(بحار الانوار از ملا باقر مجلسی ج ۴۴ ص ۳۶۵ تاریخ حسینؓ بن علیؓ)

شیعہ مذہب کے ستون اور ان کے مذہب کے مجتہد ملا باقر مجلسی جس کی بات شیعوں کے ہاں حرفِ آخر ہوتی ہے اور مشہور مورخ طبری کے بقول سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ کی طرف سفر کرتے ہوئے سواری بھی اونٹنی تھی۔

کربلا میں سواری بھی اونٹ

شیعہ معتبر کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ میں لکھا ہے:

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هٰذَا كَرْبَلَاءُ مَوْضَعَ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ هٰذَا مَنَاخُ رِكَابِنَا وَمَحَطُّ رِحَالِنَا وَمَقْتَلُ رِجَالِنَا۔

''امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کربلا مصائب کی جگہ ہے، یہ ہماری اونٹنیوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور یہ ہمارے کجاوے رکھنے کی جگہ ہے اور یہ ہمارے مردوں کی شہادت گاہیں ہیں۔''

(۱) کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ ج ۲ ص ۳۷۵، ج ۲ ص ۴۷، فی مصرعہ ومقتلہ،

(۲) مناقب ابن شہر آشوب ج ۶ ص ۹۷ فی مقتلہ علیہ السلام)

شیعہ کی ایک اور معتبر کتاب اخبار الطوال میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی درج ہے:

قَالَ الْحُسَيْنُ وَمَا اِسْمُ هٰذَا الْمَكَانِ قَالُوْا لَهُ كَرْبَلَاء قَالَ ذَاتَ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ وَلَقَدْ مَرَّ اَبِيْ بِهٰذَ الْمَكَانِ عِنْدَ مَسِيْرَةِ اِلٰى صِفِّيْنِ وَاِنَّ مَعَهُ فَوَ قَفَ فَسْئَلَ عَنْهُ فَاُخْبِرَ بِاِسْمِهٖ فَقَالَ

هٰهُنَا مَحَطُّ رِكَابِهِمْ وَهٰهُنَا مُهْرَاقُ دِمَائِهِمْ۔

''امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس جگہ کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے کہا کربلا فرمایا مصیبت کی جگہ؟ میرے والد (سیدنا علیؓ) جب صفین کی طرف جارہے تھے اور میں بھی ان کے ہمراہ تھا تو آپ کا جب یہاں سے گزر ہوا تو کچھ دیر کیلئے ٹھہر گئے۔ اس جگہ کے بارے میں پوچھنے لگے تو آپ کو اس کا نام بتایا گیا۔ آپ نے فرمایا یہ جگہ اُن (شہداء کربلا) کے اونٹوں کے بیٹھنے کی اور یہاں ان کا خون گرے گا۔''

(الاخبار الطّوال مصنفہ احمد بن ابی داؤد ص ۳۷۳ توجہ الحسین الیٰ کربلاء)

شیعہ کی ایک اور معتبر کتاب بحار الانوار میں لکھا ہے:

''پھر یہ پوچھا یہ کربلا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں یہ کربلا ہے۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند آپ نے پھر پوچھا، یہ مقام کربلا ہے؟ لوگوں نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند! ہاں، یہ کربلا ہے۔ فرمایا یہ ہمارے اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ اور ہمارے کجاوے رکھنے کی جگہ ہے۔ اور ہمارے مردوں کی شہادت گاہ اور ہمارے خون کی جگہ ہے۔''

(بحار الانوار از ملا باقر مجلسی ج ۴۴ ص ۳۸۳ تاریخ حسینؓ بن علیؓ)

میدانِ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کے پاس بوقت جنگ اونٹ ہونے پر چند شواہد

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کے پاس کربلا میں جنگ کے وقت بھی اونٹ ہی تھے۔ الکامل فی التاریخ میں لکھا ہے:

''کربلا میں پھر امام حسین رضی اللہ عنہ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور بلند آواز سے آواز دی جسے سب لوگوں نے سنا۔''

(الکامل فی التاریخ ج ۴ ص ۶۱ داخل احدی وستین)

تاریخ روضہ الصفا میں لکھا ہے:

''امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے نزدیک مرنا ابن زیاد سے ملاقات کرنے کی بہ نسبت آسان ہے۔ پھر فرمایا! اونٹوں پر سامان لادو اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا سوار ہو جاؤ اور حجاز کی جانب چل پڑو۔''

(تاریخ روضہ الصفاج ۳، ص ۵۷۹)

تفسیر لوامع التنزیل میں لکھا ہے:

''شمر ایک بڑے لشکر کے ساتھ آیا اور آپ رضی اللہ عنہ سے لڑائی کرنے لگا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی اونٹنی اور آپ کے اہل بیت کے درمیان حائل ہو گیا۔''

(تفسیر لوامع التنزیل ج ۱۳ ص ۹۱ در مطبع رفاع عامہ سٹیم پریس لاہور)

کیا کربلا میں ذوالجناح نامی کوئی گھوڑا تھا

شیعہ مصنف سید اولاد حیدر فوق بلگرامی لکھتا ہے:

''ناسخ التوریخ کی خاص تحقیق ہے کہ ذوالجناح نامی گھوڑا اُس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سواری میں نہ تھا اور یہ خلاف مشہور ہے۔''

(ذبح عظیم از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی ناشر مکتبہ رضویہ 6/B شاہ عالم مارکیٹ لاہور، بحوالہ تاریخی دستاویز از مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ)

ان مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سیدنا

حسین رضی اللہ عنہ جب کربلا کی طرف روانہ ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی محمد رحمۃ اللہ علیہ بن حنفیہ نے روکنا چاہا تو اُس وقت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اونٹنی پر سوار تھے۔ کربلا کے راستہ میں جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ملاقات مشہور شاعر فرزدق سے ہوئی۔ اُس وقت بھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اونٹنی پر سوار تھے اور جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں اترے اُس وقت بھی اونٹنی پر سوار تھے۔ اور اخبار الطّوال میں جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی پیشین گوئی درج ہے اس میں بھی اونٹنیوں کا ذکر ہے۔ اور جب کربلا میں آپ رضی اللہ عنہ سے شمر لڑائی کرنے لگا اُس وقت بھی اونٹنی پاس ہے۔

لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے خانوادہ سمیت اونٹوں پر سوار کربلا پہنچے، لیکن یہ معلوم نہیں کہ شیعہ ماتمیوں نے آپ کے اونٹ کدھر بھگا دیئے اور گھوڑے لے آئے۔ اور وہ کون خیر خواہ اور جانثار تھے، جنہوں نے اس مصیبت زدہ خاندان کو گھوڑے پیش کیے، بلکہ تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر آنے والے گھوڑوں پر سوار تھے۔

مقتل ابی مخنف میں لکھا ہے:

فَتَكَامَلُوا ثَمَانُوْنَ اَلْفَ فَارِسٍ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ لَيْسَ فِيهِمْ شَامِيٌّ وَلَا حِجَازِيٌّ۔

”اسّی ہزار گھڑ سوار کوفی تھے جو آپ رضی اللہ عنہ کے مقابل تھے۔ نہ ان میں کوئی شامی اور نہ حجاز کا رہنے والا تھا۔“

(مقتل ابی مخنف ص ۵۲، مکتبہ قم ص ۸۰)

یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل گھوڑوں پر سوار تھے۔ شاید شیعہ ان کی تقلید میں گھوڑا نکالتے ہیں۔ جب حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی سواری مکہ سے کربلا تک گھوڑا نہیں تھی۔ کربلا میں ذوالجناح موجود نہیں تو پھر اس کے نکالنے کا

جواز کیا ہے اور اس کو گلی گلی پھرانے کا مقصد کیا ہے؟

شہزادی سکینہ کا گھوڑے کے پاؤں کو لپٹنا اور فریاد کرنا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ذوالجناح سے باتیں کرنا از اوّل تا آخر جھوٹ ہے اور شیعہ ذاکروں اور مجتہدوں کا کذب ہے اور ان ذاکروں اور مجتہدوں کو دیکھنا چاہئے کہ ان کی کتابیں کیا کہتی ہیں اور ان کا عمل کیا ہے اور ان کو یاد رکھنا چاہئے خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسے جھوٹے قصے سنانا اور ان کو مشہور کر کے عوام کو رونے رُلانے والوں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں سزا کیا ہے؟

قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی مہندی

محرم الحرام میں تعزیہ پرست ماتمی شیعہ حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ بن حسن رضی اللہ عنہ شہید کربلا کی رسمِ مہندی کی تقریب بڑی شان سے مناتے ہیں اور نت نئی بدعات وخرافات کا کھلے عام اظہار کرتے ہیں۔ یہ بھی ناجائز ہے۔ اِس لئے کہ قرآن مجید، احادیث مبارکہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ محض وظیفہ خور ذاکروں اور خون حسین رضی اللہ عنہ میں لقمے تر کر کے کھانے والے مجتہدوں نے اپنے ماتمی جلوس اور مجالس عزا کی رونق بڑھانے اور جاہل شیعہ عوام کو رونے رلانے کے لئے اس کو ایجاد کیا ہے۔

فاضل رضی الرضوی بن سید علی الحائری شیعی لکھتے ہیں:

"مہندی کی رسم بھی مذہب حق میں کوئی اصلیت نہیں رکھتی، کیونکہ قاسم رحمۃ اللہ علیہ بن حسن رضی اللہ عنہ کی رسمِ عروسی میں یہ مہندی کی رسم جاری اور قائم کی گئی۔ قرآن یا کسی حدیث صحیح میں قطعاً اس کا ذکر نہیں آتا۔ نہ عقد عروسی قاسم کا ذکر کہیں کربلا میں ہونا وارد ہوا۔ علماء مجتہدین عراق و ہند کا اتفاق ہے کہ کربلا میں

عروسیٔ قاسم کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ پس شرع اسلام میں جس چیز
کی کوئی اصلیت نہ ہو اس کو مذہب بنالینا یقیناً گناہ ہے۔''

(کتاب الذبیح ص ۱۷ از فاضل رضی الرضوی شیعی)

اور آج کے ماتمی تعزیہ پرست رافضی اس حرام عمل کو حلال کر کے یہود کی سنت کو زندہ کر رہے ہیں اور لوگوں کو ایک صریح گناہ کی دعوت دینے کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم ان تعزیہ پرست ماتمی شیعوں سے پوچھتے ہیں کہ یہ مہندی کی رسم تو ایک ہندوانہ رسم ہے اور ہندو معاشرے میں اس کا خاص مقام ہے۔ کیا اسلامی تعلیمات میں اس کا تصور بھی ہے یا تمہارا یہ عمل ہندوؤں سے چوری کیا ہوا ہے؟

ماتمی جلوسوں اور تعزیہ کی غرض و غایت

ماتمی جلوس اور تعزیہ جن کو شیعہ عوام محرم الحرام میں خصوصاً بڑے اہتمام سے نکالتے ہیں۔ ماتم کرتے، نوحہ خوانی کرتے، تعزیہ اور قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی مہندی لئے ذوالجناح کے آگے پیچھے منہ پیٹتے، سر میں خاک ڈالتے، زنجیر زنی کر کے چوکوں چوراہوں کو خون سے لت پت کرتے ہیں۔ ہم گزشتہ صفحات میں یہ بات اہل تشیع کی معتبر کتب سے ثابت کر چکے ہیں کہ ان امور کا قرآنِ مجید، احادیثِ مبارکہ اور اسلامی تعلیمات میں کسی جگہ بھی ذکر نہیں، بلکہ ان امور پر وعید ضرور ہے اور ہم شیعہ کتب سے یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ ان امور کا شیعہ مذہب سے بھی تعلق نہیں، بلکہ شیعہ مذہب کی بنیادی کتابوں میں درج روایات سے تو ان امور کو سرانجام دینے والوں کو کفر کی بشارت ہے۔

تو پھر سوال یہ قائم ہوتا ہے کہ یہ ماتمی جلوس اور مجالس عزا اس قدر اہم کیوں ہیں۔ اور ان کی ضرورت کیا ہے کہ شیعہ اس کو اپنی شہ رگ قرار دے رہے ہیں۔

یہ ماتمی جلوس اتنے اہم کیوں ہیں جس کو سرانجام دینے کے لئے شیعہ اس کے لائسنس بنوانے کے لئے بھی تیار ہوتا ہے، حالانکہ پوری دنیا میں اسلام اور اس کے علاوہ جتنے ادیان دنیا میں میں موجود ہیں، کسی دین کی کسی عبادت کا لائسنس نہیں ہوتا، لیکن شیعہ لائسنس بنوانے کی ذلت بھی برداشت کرتا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

اس کے علاوہ یہ بات بھی حل طلب ہے کہ اگر ایک لمحہ کے لئے فرض کرتے ہیں کہ ماتمی جلوس عبادت ہیں تو یہ عبادت عبادت خانہ میں ہونی چاہئے نہ کہ کسی کے دروازے پر، کیونکہ اسلام اور اسلام کے علاوہ تمام ادیان کی عبادت عبادت خانہ میں ہوتی ہے۔ عیسائیوں کی عبادت گرجے میں۔ ہندوؤں کی عبادت مندر میں، سکھوں کی عبادت گردوارے میں، مسلمانوں کی عبادت مسجد میں، لیکن یہ شیعہ واحد مذہب ہے جس کی عبادت چوکوں، چوراہوں، گلیوں، بازاروں میں ہوتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ شیعہ مذہب میں ماتم عبادت ہے یا چوکوں، چوراہوں میں آنا عبادت ہے۔

جب میں نے ان سوالات پر غور کیا اور شیعیت کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو اس کی وجہ یہ سامنے آئی کہ شیعیت کے بنیادی عقائد، عقیدۂ بداء، عقیدۂ امامت، عقیدہ تحریفِ قرآن اور عقیدہ توہین صحابہ رضی اللہ عنہم پر مشتمل ہیں۔ شیعیت عقیدہ بداء میں اللہ کی الوہیت اور ربوبیت کا انکار، عقیدہ امامت میں انبیاء کی توہین اور ختم نبوت کا انکار، عقیدہ تحریفِ قرآن میں قرآنِ مجید کی حفاظت اور حقانیت کا انکار اور عقیدہ توہینِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں گواہانِ نبوت کا انکار کر کے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلانیہ بیزاری اور غداری کا اظہار کر چکی تھی۔

راہِ سنت سے متصادم اپنے ان عقائد کو اہلِ اسلام کے تردید اور تغلیط کی

زد سے بچانے کے لئے اور اصلی عقائد کو مخفی رکھنے کے لئے شیعیت نے تقیہ اور کتمان جیسی اصطلاحیں ایجاد کیں۔

قرآن کریم نے یہ دونوں خصلتیں تلبیس الحق بالباطل اور کتمانِ حق کے عنوان سے یہود کی بیان کی ہیں، لیکن شیعیت اور یہودیت میں تھوڑا فرق ہے۔ وہ یہ کہ یہودیت صرف عمل کی حد تک تلبیس الحق بالباطل اور کتمان اپناتے تھے، جبکہ شیعوں نے تقیہ کو اپنا دین بنایا اور تارک تقیہ کو تارک صلوٰۃ کی طرح تارک فرض بتایا ہے۔

تقیہ کو صدقات، زکوٰۃ، حج اور مجاہدات میں سب سے افضل ہے:

وَقَالَ جَعْفَرُبْنُ مُحَمَّدِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِسْتِعْمَالُ التَّقِيَةِ مِنْ اَفْضَلِ الصَّدَقَاتِ وَالزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَالْمُجَاهَدَاتِ۔

"امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تقیہ کرنا صدقات، زکوٰۃ، حج اور مجاہدات میں سب سے افضل ہے۔"

(جامع الاخبار ص ۱۰۸ الفصل الثالث والاربعون التقیہ)

قَالَ سَيِّدُنَا الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِالتَّقِيَةِ فَاِنَّهُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَجْعَلْهَا شِعَارَ وَدِثَارَهٗ

"حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے شیعو! تم پر تقیہ لازم ہے جس نے تقیہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا نہ بنایا وہ ہم میں سے نہیں۔" (امالی شیخ طوسی ج ۱ ص ۲۹۹ مطبوعہ قم ایران طبع جدید)

اور شیعیت کے دس میں سے نو حصے تقیہ میں ہیں۔

(اصول کافی ج ۲ ص ۲۱۷ کتاب ایمان والکفر باب التقیہ)

تو پھر کس طرح شیعیت برسرِ عام اس کا اظہار کرتی اور اپنے ان کفریہ

عقائد (عقیدہ بداء، امامت، تحریف قرآن) کومنبر ومحراب پر کس طرح بیان کرتی۔
تو اہلِ تشیع نے اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے ائمہ کے اقوال کے خلاف یہودی عمل
تلبیس الحق بالباطل کا سہارا لیا اور روایتی دھوکہ دہی سے شیعیت کی تبلیغ کے لئے
ماتمی جلوسوں اور مجالسِ عزا کو قائم کیا۔ اور اس کی رونق بڑھانے کے لئے تعزیہ،
ذوالجناح اور قاسم کی مہندی کو قائم کیا۔ اور یہی شیعہ مذہب کی تبلیغ کا مؤثر ذریعہ
ہے۔ اگر آج ان غیر شرعی، غیر قانونی، خنجر بردار ماتمی جلوسوں کو بند کردیا جائے تو
شیعہ مذہب نیست ونابود ہو جائے گا۔

کیونکہ شیعہ مذہب عملی طور پر تو اسلام کے ایک متوازی دین ہے جس
کے بیت الخلاء سے لیکر بیت اللہ تک مسائل اہلسنّت والجماعت سے الگ ہیں۔
یہی وجہ ہے کہ شیعہ مذہب کے پیروکار شیعہ مذہب کو زندہ رکھنے کے لئے تعزیہ اور
ماتمی جلوس نکالتے ہیں جس میں یہ اعلانیہ طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، شہداء کربلا رضی اللہ عنہم
اور شعار اسلام کی توہین کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ من گھڑت قصے اور
جھوٹے واقعات سنا کر اور آہ و بکا کر کے ایک غمناک اور گمراہ کن ماحول پیدا
کرتے ہیں اور اس جلوس کو لیکر اہلسنّت والجماعت کے دروازوں تک پہنچتے ہیں تو
جاہل سنی اس وقتی جذبات اور ہنگامی جوش سے متاثر ہوکر شیعہ کی مجالس عزا اور ماتمی
جلوسوں کی رونق بنتے ہیں۔ اور بالآخر گمراہی کے گڑھے میں جاگرتے ہیں جس
سے شیعہ مذہب زندہ رہتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ اپنی اس جعلی عبادت کالائسنس
بنواتے ہیں اور اس لائسنسی عبادت کو پھر عبادت خانوں میں انجام دینے کی بجائے
چوکوں، چوراہوں میں انجام دیتے ہیں۔ خوب ماتم اور زنجیر زنی کر کے گلیوں
بازاروں کوخون سے لت پت کرتے ہیں۔

ہائے حسینؓ، ہائے حسینؓ کہہ کر واویلا کرتے اور چلاّتے ہیں۔ اور سخت

مصیبت اٹھاتے ہیں۔ اور ان کو خوشی کی بجائے رونا ہی نصیب ہوتا ہے۔ تو میں ایک ہی نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ یہ صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ کے بغض اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ کی بددعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی زد میں ہیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کربلا میں جب ان شیعوں کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد روتے دیکھا تو فرمایا!

مارا کشته اید و برما میگریید بای والله باید که بسیار بگرییدو کم خنده کنید۔

''تم نے ہی ہمیں مارا اور خود ہی ہم پر روتے ہو۔ اللہ کرے تم بہت روؤ اور کم ہنسو۔''

(جلاء العیون ص ۴۲۴ از باقر مجلسی بعنوان وقایع بعد از شہادت ناشر: انتشارات علمیہ اسلامیہ ایران)

کیا شیعہ مذہب میں تبلیغ جائز ہے

شیعہ جنہوں نے تعزیہ اور ماتمی جلوسوں کو اپنی تبلیغ کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ ان کے ائمہ کرام اور ان کی کتب سے تو ان کو تبلیغ کی اجازت ہی نہیں اور جو ائمہ کے مذہب کو ظاہر کرے گا اس کو دنیا اور آخرت میں ذلیل اور دین سے انکار کرنے کی بشارت ہے۔

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت اصول کافی میں موجود ہے:

اِنَّكُمْ عَلٰى دِيْنٍ مَنْ كَتَمَهٗ اَعَزَّهُ اللّٰهِ وَمَنْ اَذَاعَهٗ اَذَلَّهُ اللّٰه۔

''تم شیعہ ایسے دین پر ہو جو اس کو چھپائے گا اس کو اللہ عزت دے گا اور جو اس کو ظاہر کرے گا اس کو ذلیل کرے گا۔''

(اصول کافی ج ۲ ص ۲۲۲)

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كُفُّوا اَلْسِنَتَكُمْ وَالْزِمُوْا بُيُوْتَكُمْ۔

''اپنی زبانیں بند رکھو اور اپنے گھروں کو لازم پکڑو۔''

(اصول کافی ج۲ ص۲۲۵)

ایک اور روایت میں مذکور ہے جو کہ اصول کافی میں موجود ہے:

يَا مُعَلّٰى اُكْتُمْ اَمْرَنَا وَلَا تُذِعْهُ فَاِنَّهٗ مَنْ كَتَمَ اَمْرَنَا وَ لَمْ يُذِعْهُ اَعَزَّهُ اللّٰهُ بِهٖ فِي الدُّنْيَا وَ جَعَلَهٗ نُوْرًا بَيْنَ عَيْنَيْهِ فِي الْاٰخِرَةِ يَقُوْدُهٗ اِلَى الْجَنَّةِ ۔ يَا معلى مَنْ اَذَاعَ اَمْرَنَا وَلَمْ يَكْتُمْهُ اَذَلَّهُ اللّٰهُ بِهٖ فِي الدُّنْيَا وَ نَزَعَ النُّوْرَ مِنْ بَيْنَ عَيْنَيْهِ فِي الْاٰخِرَةِ۔

''اے معلیٰ ہمارے دین کو چھپا اور لوگوں سے مت ظاہر کرو کیونکہ جو شخص ہمارے اس دین کو چھپائے گا اس کو اللہ دنیا میں عزت دے گا اور قیامت میں اس کے چہرہ کو منور کرے گا اور اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ اے معلیٰ! جو ہمارے دین کو نہ چھپائے گا بلکہ اس کو مشہور کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا میں ذلیل کرے گا اور قیامت میں اس کا چہرہ سیاہ اور تاریک کرے گا۔''

(الشافی ترجمہ اصول کافی، ج۲، ص۲۴۶، باب: راز کو چھپانا، اصل کتاب عربی اصول کافی، ج۲، ص۲۲۴)

ایک اور روایت میں ہے جو کہ اصول کافی میں ہے:

اِنَّ الْمُذِيْعَ لَاَمْرِنَا كَالْجَاحِدِلَهٗ۔

''جو ہمارے دین کو پھیلائے تو وہ ہمارے دین کے انکار

کرنے والے کی طرح ہے۔'' (اصول کافی ج ۲ ص ۲۲۴)

واہ رے شیعو! تم نے یہود کا طریقہ تلبیس الحق بالباطل اپناتے ہوئے ایک طریقہ تبلیغ بھی ڈھونڈ نکالا اس کے لئے تمہیں عبادت خانے چھوڑنے پڑے۔ نامحرم بے پردہ عورتوں کے ہمراہ سڑکوں پر آنا پڑا۔ اور لائسنس بنوانے کی ذلت برداشت کرنا پڑی، لیکن اس پر بھی تم کو ائمہ کی طرف سے ذلت، دنیا میں ذلیل ہونا، آخرت میں چہرہ اور دل کا سیاہ ہونا اور دین سے انکار کرنا جیسے تحفے ملے۔

تو پھر سوچو شیعو! قیامت کے روز وہ کیسا منظر ہوگا جب شیعوں کی پریڈ لگی ہوگی۔ سیاہ جہنمی لباس پہنے ہوں گے۔ مرد سینہ کوٹ رہے ہوں گے، زنجیر زنی کر رہے ہوں گے، بے پردہ نامحرم عورتیں منہ پیٹ رہی ہوں گی اور سر میں خاک ڈال رہی ہوں گی اور فرعون سیاہ لباس پہنے اس جہنمی جماعت میں تشریف فرما ہوگا۔

وَيَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ۔

(سورۃ ھود، آیت: ۹۸، پارہ: ۱۲)

''اور وہ (فرعون) قیامت کے دن ان کے آگے آگے ہوگا پس ان کو جہنم میں جا اتارے گا۔''

مجالس عزا کی کہانی

سابق شیعہ مجتہد کی زبانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَزۡوَاجِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔ اَمَّا بَعۡدُ!

بندہ سیّد ابوالحسن فیضی مدّتِ مدید عرصہ دراز ملت جعفریہ کا نقیب و مبلغ رہا ہے۔ عزاداری امام حسین رضی اللہ عنہ نہایت اہتمام و عقیدت سے مناتا رہا۔ کراچی سے خیبر تک بڑی بڑی مجالس و محافل میں شامل ہو کر مبلغ کی حیثیت سے نوازا جاتا تھا۔ کربلا کے شہیدوں کے خونِ ناحق سے خوب لقمے تر ہوتے رہے۔ تقریباً پندرہ برس تک اپنی جعفری برادری میں امتیازی حیثیت سے سلسلۂ تبلیغ جاری و ساری رہا۔ میرے دل میں ہمیشہ یہ احساس رہا ہے کہ ہمارے مبلغ اور ذاکرین حضرات کی علمی، عملی حیثیت بہت ہی کمزور ہے۔ پنجتن پاک کی پاکیزہ اسٹیج پر سچ کی نسبت زیادہ جھوٹ سے کام لیا جاتا ہے۔ اس بھولی بھالی قوم کو خوب بے وقوف بنا کر عقل وفکر سے عاری کر دیا گیا ہے۔ شیعانِ پاک کے پاکیزہ منبر پر وہ مبلغ اور ذاکر کامیاب ہوتا ہے جو فضائل و مصائب کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر امہات المومنین رضی اللہ عنہن پر تبرا یعنی لعنت کرنے کے علاوہ (وگتی) ٹھٹھا مذاق بھی کرے۔ جو بھی تاریخ کی روشنی میں واقعاتِ کربلا وقوع پذیر ہوئے ہیں۔ ہمارے مبلغین حضرات، ذاکرین حضرات بیان نہیں کرتے جو کچھ بھی بیان کیا جاتا ہے وہ سب کا

سب جھوٹ کا پلندہ ہوتا ہے۔ ہنسنا ہنسانا، رونا رُلانا بس اس کے سوا کچھ نہیں، نہ تو اس فرقہ کی کوئی معیاری درسگاہیں ہیں اور نہ ہی کوئی اچھی تربیت گاہیں، اور جو ہیں ان میں صرف فنِ تبلیغ کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ یعنی ان کی درسگاہوں میں فنکار اور گلوکار تیار کئے جاتے ہیں۔ موجودہ دور میں ہر مبلغ کے پاس اردو کی مصباح المجالس جس کے تین چار حصے ہیں۔ اور مولوی نجم الحسن کراروی صاحب کے چودہ ستارے اردو میں جناب مرزا یوسف حسین صاحب کی کتابیں ہونی چاہئیں۔ بس جناب مبلغ اعظم تیار ہوجاتا ہے۔ ذاکرین کے لئے مرزا انیس و دبیر کی سوز خوانی کے علاوہ سرائیکی زبان میں بند، دوہڑے یا دکرنے سے اچھا ذاکر تیار ہوجاتا ہے۔ یہ ہے ان کے مبلغین و ذاکرین حضرات کا معیارِ علم۔ اکثر ان میں تارک الصلوٰۃ، روزہ خور، جھوٹ گوئی، افترا پردازی، وعدہ خلافی، بدعملی ان محاسن کے زیور سے آراستہ پیراستہ ہیں۔ اگر ان میں کچھ اہلِ علم یعنی عراق و ایران کے پڑھے لکھے ہیں تو عامۃُ النّاس میں ان کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہے۔ ان کو وہابی شیعہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مثلاً مولوی سید محمد یار صاحب، سید گلاب شاہ صاحب، مفتی عنایت علی شاہ صاحب، مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو وغیرہ۔ یہ حضرات بھی تبرائی شیعہ ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرا کرتے ہیں۔ دوسرا گروہ غالی شیعہ سے پکارا جاتا ہے جن کا پورے ملک کے شیعہ میں شُہرہ ہے۔ مثلاً مولوی محمد بشیر انصاری، مولوی آغا سید ضمیر الحسن صاحب، مرزا یوسف حسین صاحب، مولانا شبیہ الحسنین صاحب محمدی، مولوی نجم الحسن صاحب کراروی وغیرہ یہ حضرات بھی اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم اور اُمہات المؤمنین کو ڈٹ کر تبرا یعنی لعنت کرتے ہیں۔ ان میں ایک تیسرا گروہ ملنگانِ حیدر کرار سے پکارا جاتا ہے۔ جن کا سرغنہ ملنگ سدا حسین ہے

اس کا بیگم کوٹ شیخوپورہ روڈ لاہور پر بہت بڑا مرکز ہے۔ یہ گروہ پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے یہ لوگ سیاہ لباس میں ملبوس پاؤں میں لوہے کے کڑے، ہاتھوں میں گلابے بعض کے کانوں میں بالیاں، سَر منڈے ہوئے لمبے لمبے بالوں کی بودیاں یعنی لِٹیں، اصولِ دین اور فروعِ دین سے بالکل بے پرواہ ان کا نظریہ صرف علی علی کرنا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مُغلظ گالیاں دینا ہے۔ اُن کے نزدیک صرف یہی عبادت ہے۔ یہ سب سے زیادہ خطرناک گروہ ہے۔ نہ تو یہ کسی کی سنتے ہیں اور نہ بک بک کرنے سے رُکتے ہیں۔ یہ لوگ قریہ قریہ، بستی بستی، شہر شہر پھرتے نظر آتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے گھروں کے دروازے پر صدا دیتے اور ہر دروازے پر تبرا کرتے ہیں اور بھیک مانگتے ہیں اور بھیک کے بہانے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لعنت کرتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلافصل کہہ کر آواز دیتے ہیں مثلاً ان کا نعرہ یا تکیۂ کلام یوں ہوتا ہے ''دما دم مست قلندر علی کا پہلا نمبر''۔ یا یوں کہتے ہیں ''او علی کے دشمن تجھ پر بیشمار''............ کاسۂ گدائی بھر کر مسلمانوں کے قبرستانوں پر ڈیرہ جما کر بیٹھ جاتے ہیں۔ بھنگ، چرس، افیون وغیرہ کھاتے ہیں۔ شب و روز مذکورہ بالا نعرے لگاتے ہیں۔

ناظرین کی خدمت میں ذرا وضاحت کردوں پہلا نعرہ جو لگاتے ہیں ''دما دَم مست قلندر علی کا پہلا نمبر'' اس نعرے میں روافض کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار ہے۔ اور دوسرا نعرہ بیشمار والا، اس نعرہ میں اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو بیشمار لعنت کرنا ہوتا ہے۔

ناظرین جان لینا چاہیئے کہ یہ گروہ بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ اگر ان لوگوں کو ملامت کی جائے یا ان کے کردار سے ان کو منع کیا جائے تو یہ لوگ بڑا واویلا کرتے ہیں اور ان کے واویلا کرنے پر لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں ایک تماشہ بن جاتا ہے اور یہ مکار ملنگ رو رو کر چیخ چیخ کر فریاد کرتے ہیں اور لوگوں کو کہتے ہیں ہم غریب لوگوں پر بڑا ظلم ہوا۔ ہم غریبوں کو بھیک مانگنے سے روکا گیا ہے۔ بتاؤ لوگو! ہم منہ کالے کہاں جائیں۔ اتنا شور کرتے ہیں کہ ہمارے ہی مسلمان بھائی اپنے بھائی کو ہی اُلٹا ڈانٹے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کشتہ نفس اور تارک الدنیا کی گستاخی کیوں کی۔ جلدی کرو ایسے اللہ والوں سے معافی مانگو۔ تو اس شریف آدمی کو جان چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ ہے ان لوگوں کا طریقہ کار، یہ لوگ اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ بڑے بڑے بزرگانِ دین کے مزارات پر کاسہ گدائی لیے نظر آئیں گے اور بزرگانِ دین کے مزارات پر تکیہ لگائے دھونی رمائے بیٹھے ہیں۔ جب ایام محرم یا چہلم کی تقریبات ہوتی ہیں تو یہ لوگ لاہور باوا سدا حسین کے امام بارہ میں جمع ہو جاتے ہیں مثلاً عشرہ ثانی محرم کی ۱۲ تا ۲۱ ان کا بہت بڑا ہجوم ہوتا ہے۔ اَسّی یا نوے ذوالجناح نکالے جاتے ہیں۔ شیخوپورہ اور فیصل آباد والی ٹریفک بند ہو جاتی ہے۔ شاہدرہ موڑ سے لے کر شیخوپورہ والی چونگی تک تقریباً دو یا تین میل تک کا فاصلہ بنتا ہے۔ ملنگانِ حیدر کرار کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا ہے۔ تلواروں، چھریوں اور زنجیروں سے ماتم کیا جاتا ہے۔ یہ سارا حصہ سڑک کا خون سے لت پت ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن بالخصوص جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ گالیاں دی جاتی ہیں کہ ''الامان والحفیظ''۔ پولیس کے بڑے بڑے افسران اور جج مجسٹریٹ صاحبان موجود ہوتے ہیں اُن کی موجودگی میں سب کچھ ہوتا ہے مگر

اُن کی زبان کو کوئی لگام دینے والا نہیں ہوتا۔

بندہ گنہگار اللہ مجھے معاف فرمائے میں بھی اس اجتماع میں دس برس تک حاضر ہوتا رہا۔ نہ صرف میں ہی بلکہ بڑے بڑے مبلغین اور ذاکرین حضرات بھی ہوتے ہیں لگاتار مجالس کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔تو میں بھی مجلس پڑھنے کے سلسلہ میں جاتا تھا۔ ایک دن کی کہانی میری زبانی بھی سماعت فرمالیں۔ غالباً سترہ محرم کی تاریخ تھی۔ پانچ مجلسیں پڑھ چکا تھا۔ اٹھارہ محرم کو بعداز دوپہر میں نے مجلس پڑھنی تھی مجھے کچھ بخار ہوگیا۔ ہلکا ہلکا سَر میں درد بھی تھا۔ میں نے مجلس پڑھنے میں معذوری پیش کی۔ اسٹیج سیکرٹری نے باوا سدا حسین کے پاس جاکر میری ناسازیٔ صحت اور مجلس کا نہ پڑھنا بیان کیا تو فوراً پیر ملنگاں میری قیام میں جلوہ افروز ہوئے۔ یاعلی مدد فرمایا جواب میں پیر مولا علی مدد کہا۔ (یہ فرقۂ روافض کی علیک سلیک ہے) فیضی صاحب اُٹھو اُٹھو مجلس پڑھو۔ میں نے عرض کیا حضور والا میری صحت ناساز ہے کسی اور صاحب کو میرا وقت دے دیا جائے۔ باوا صاحب نے فرمایا آپ کی صحت کا ابھی بندوبست کرتا ہوں آپ ٹھیک ہوجائیں گے۔ اپنے چیلے کو حکم دیا کاغذ لاؤ۔ سفید کاغذ آیا سدا حسین نے اس کاغذ پر چار فوٹو بنائے اتنے بُرے نقش بنائے کہ میں ضبطِ تحریر میں نہیں لاسکتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام بھی لکھے تھے۔ جاؤ غسل خانے میں ان اسماء گرامی (نعوذ باللہ) پر پیشاب کرو فوراً صحت یاب ہوجاؤ گے۔ مجھے ویسے کوئی حیرانی نہیں ہوئی چونکہ ان ملنگانِ حیدر کرار کے ایسے ہی عملیات ہوتے ہیں، اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں، مگر آخر میں مولوی تھا۔ کچھ چہرے پر چھوٹی چھوٹی شریعت بھی موجود تھی۔ کبھی کبھی نماز وغیرہ بھی پڑھ لیتا تھا۔ میں نے کہا باوا جی چھوڑو ایسی باتیں، میں مجلس پڑھ دیتا

ہوں۔ سرکار غازی عباس علمبردار کے صدقے سے شفاء ہو جائے گی کوئی خاص بیماری تو ہے نہیں، لیکن مجھے بار بار اصرار کیا گیا کہ یہ عمل ضرور کروں۔ طوعاً وکرہاً میں غسل خانہ میں داخل ہوا۔ کاغذ کا پرزہ میرے ہاتھ میں تھا۔ ابھی میں نے دروازہ بند ہی کیا تھا کہ ایک بھاری پتھر میرے سر پر لگا، سر پھٹ گیا، خون کا فوارہ جاری ہوگیا، بڑی مشکل سے دروازہ کھولا لڑکھڑاتے قدم اُٹھاتا اپنے کمرہ میں آیا۔ باوا میرے کمرے سے جا چکا تھا، کمرہ خالی تھا خون سے میرے کپڑے لت پت تھے، میں چکرا کر اپنے بستر پر گرا اور بے ہوش ہوگیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو فسٹ ایڈ کے خیمے میں سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور ہوش میں لانے کے متعدد انجکشن لگائے جا چکے تھے۔ کچھ دوست احباب بھی قریب جلوہ افروز تھے شب کی تاریکی چھا چکی تھی۔ میرے دل میں روشنی کی لہر اُٹھ چکی تھی۔ باطل جا رہا تھا حق آ رہا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے مجھے آرام کرنے کا حکم دیا۔ مجھے دوائی پلائی گئی۔ نیند کی دیوی نے اپنی گود پھیلا دی میں بستر استراحت پر محوِ خواب ہوگیا۔ عالمِ خواب میں میں نے باعثِ تکوین کائنات فخرِ موجودات سرکارِ مدینہ سرور سینہ ہادی سُبل ختم رُسل حضرت محمد ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ ﷺ کے تشریف لانے پر میرا کمرہ معطر و منور ہوگیا۔ اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا گستاخانِ صحابہ نے اپنے اوپر جہنم واجب کر لی ہے۔ کیا تم بھی جہنم کا ایندھن بننا چاہتے ہو؟ بس اتنا ہی فرما کر آپ ﷺ غائب ہوگئے۔ وہ بھی چلے گئے بہاروں کے ساتھ ساتھ۔ چاند چھپ گیا ستاروں کے ساتھ ساتھ۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ط

بس پھر کیا تھا آنکھیں ہیں تو برس رہی ہیں۔ نگاہیں ترس رہی ہیں، دل بے قرار ہے، اس مقام پر میری آخری تقریریں تھیں۔ میں نے حق کی تلاش میں

کئی آستانے تلاش کیے۔ بڑے سفر کیے، کئی سُنی مساجد کے سہارے لیے مگر اطمینان قلب نصیب نہ ہوا۔ بہت سارے دشمن پیدا ہوگئے، مخالفتوں نے سر اُٹھائے۔ کچھ مجبوریاں پیش نظر تھیں۔ بیوی اور بال بچوں کا مسئلہ بھی درپیش تھا۔ دوبارہ علماء شیعہ سے مراسم استوار کیے چونکہ ملنگانِ حیدر کرار سے سخت نفرت ہوچکی تھی اس لئے مجالس عزا میں جانا بھی کم کردیا۔ میں پہلے بھی عرض کرچکا ہوں کہ فرقۂ روافض میں علم کی بہت کمی شدت سے محسوس کرتا رہا ہوں۔ اس لئے میں نے سوچا علمی مشاغل شروع کروں۔ کوئی درس و تدریس کے لئے اچھی سی جگہ مل جائے بجائے تقریر کے تحریر سے اپنی گمراہ قوم کو ہدایت کروں۔

اس واسطے میں نے اہل علم علماء سے روابط قائم کیے اور مشورے بھی لئے تو میرے اس ارادے کو بڑا سراہا گیا۔ میاں چنوں ضلع ملتان میں ایک اچھا قصبہ ہے وہاں کے مومنین سے بھی رابطہ قائم کیا خوب غور وخوض سے ایک میٹنگ بلائی گئی اس میں طے ہوا کہ فی الحال مرکزی امام بارہ میں تدریس کا سلسلہ شروع کرو۔ اس کے بعد کوئی وسیع جگہ تلاش کرلیں گے۔ اور یہ بھی طے پایا کہ ایک عظیم الشان اجلاس کیا جائے۔ مختصراً عرض کروں ملک کے نامور مبلغین کو دعوت نامے دیئے گئے اور مہمانِ خصوصی جناب آغا مرزا مرتضیٰ پویا کو بلایا گیا اور اتفاق رائے سے مدرسہ کا نام مدرسہ دارالعلوم الحیدریہ رکھا گیا اور مرکزی امام بارگاہ میاں چنوں میں مورخہ ۲۶، ۲۷ اپریل ۱۹۷۹ء بمطابق ۲۸، ۲۹ جمادی الاوّل بروز جمعرات، جمعہ ہمارے اجلاس شروع ہوئے جس کی ہم نے چار نشستیں کیں۔ ملک کے نامور علماء کرام کو مدعو کیا گیا تھا۔ اور ملک کے مشاہیر ذاکرین کرام کو بھی بلایا گیا تھا۔ بہت بڑا ہجوم تھا مگر افسوس کہ آخری اجلاس میں ایک ذمہ دار مبلغ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور جناب عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کیے۔

میں نے جب ٹوکا تو علماء کرام نے اور عوام نے بہت برا محسوس کیا۔ اور اس پر ایک طویل گفتگو کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ پورے ملک کے روافض حضرات میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ فیضی صاحب مُرتد ہو رہا ہے۔ گو میں بے یار و مددگار ہو کر رہ گیا مگر مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت پر پورا بھروسہ تھا۔ میں نے قرآن حکیم کی سورۂ نور کی سترہ آیات ربانی پڑھ کر حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عصمت بیان کی تو مناظر صاحب حق کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔

جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ۔

''آیا حق گیا باطل۔''

ناظرین یہ تھوڑی سی میری سرگزشت ہے جو میں نے بیان کردی اگر تمام واقعات جو وقوع پذیر ہوئے ہیں میں بیان کروں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے گی۔ ان شاء اللہ تھوڑا تھوڑا کر کے میں اپنی تقاریروں میں بیان کرتا رہوں گا۔ اب میں اس فرقہ باطلہ کی پوزیشن پیش کرنے کی سعادت حاصل کر کے قضائیں ادا کروں گا۔ وَ مَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰهِ ط

سید ابوالحسن فیضی بقلم خود 80-9-1
خطیب دربار حضرت سلطان عبدالحکیم
عبدالحکیم تحصیل کبیر والا ضلع ملتان

ملفوظات شہید ناموس صحابہؓ علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ

اوہ جی! یہ ہمیں عزاداری سے روکتے ہیں، کس نے روکا ہے تمہیں، ہم تمہیں اپنے دروازے پر آنے سے روکتے ہیں۔ میں نے پوچھا تھا ساجد نقوی سے بھرے اجلاس میں کہ آپ کے ہاں اپنے آپ کو مارنا عبادت ہے، یا ہمارے دروازے پر آنا عبادت ہے؟ میں نے کہا ہاؤس سے، کہ پوچھیں ذرا اِن سے، کہ ہمارے دروازے پر حاضری عبادت ہے؟ یا اپنے آپ کو مارنا عبادت ہے؟ یہ عبادت کس کو مانتے ہیں؟ تو ہاؤس نے پوچھا اس سے کہتا ہے Next میٹنگ میں جواب دونگا۔

میں نے کہا دوسری میٹنگ میں آئے گا ہی نہیں۔ میں نے کہا تم جو مرضی سمجھو اللہ کے فضل سے اتنی کرامت مجھے بھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج پھنس گیا ہے، پھر نہیں آئے گا اور یہی ہوا۔ اُس وقت کہا کیوں نہیں آوں گا۔ کیوں نہیں آوں گا۔ میں نے کہا بالکل نہیں آئے گا۔ وہاں سے نکلا، پھر جا کر پریس کانفرنس کی کہ ہم آئندہ کبھی بھی نہیں بیٹھیں گے ان کے ساتھ۔ یہ ہمیں کافر کہتے ہیں، میں نے کہا پہلے کونسا مومن کہتے تھے۔ کوئی اب کہتے ہیں۔ پہلے بھی کہتے تھے تو پہلے کیوں بیٹھے تھے؟ اصل بات یہ ہے کہ سوالوں کا جواب نہیں۔ ہم نے تو نہیں روکا ماتم سے، چونکہ صبر کا حکم تو اہل ایمان کو ہے۔ ہم کوئی پاگل ہیں کہ تمہیں کہیں کہ صبر کرو۔ صبر کا حکم تو اہل ایمان کو ہے۔ جن کو نماز کا حکم ہے۔ انہیں ہی صبر کا حکم ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ

تمہیں کس نے کہا کہ صبر کرو، تمہیں ہم نہیں روکتے ماتم کرنے سے۔ اپنے آپ کو مارو، بڑے زور سے مارو، ذرا زور سے، اور ذرا زور سے، لیکن اپنے گھر۔ بس اتنی سی بات ہے۔

(پیغمبر انقلاب ﷺ کانفرنس کراچی کمپنی اسلام آباد 2009)